اسلامی ریاست میں صحافت کا کردار اور ذمہ داریاں

تحریر: صوبیدار لطیف اللہ

صحافت کا معنی و مفہوم: صحافت کا لفظ صحیفہ سے نکلا ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ نے مفردات القرآن میں بذیل مادہ صحف میں لکھا ہے:

الصحیفة المبسوط من الشئی کصحیفة الوجه والصحیفة التی یکتب فیها وجمعا صحائف وصحف(۱)

الصحیفة کے معنی پھیلی ہوئی چیز کے ہیں جیسے چہرے کا پھیلاؤ اور وہ چیز جس میں کچھ لکھا جاتا ہے اسے بھی صحیفہ کہتے ہیں اس کی جمع صحائف و صحف آتی ہے۔

ابن منظور اپنی مشہور تصنیف لسان العرب میں لکھتے ہیں:

والمصحف والمصحف الجامع للصحف المکتوبة بین الدفتین کانه اصحف ‘قال الازهری وانما سمی المصحف مصحفاً لانه اصحف ای جعل جامعاً للصحف المکتوبة بین الدفتین۔ قال الفراء یقال مصحف ومصحف کما یقال مطرف ومطرف قال وقوله مصحف من اصحف ای جمعت فیه الصحف اطرف جعل فی طرفیه العلمان(۲)

المصحف اور المصحف سے مراد وہ کتاب ہے جو دو اوراق کے درمیان تمام صحیفوں (تحریروں) کو جمع کرنے والی ہو۔ گویا اسے جمع کیا گیا ہے۔ امام زہریؒ کا قول ہے کہ مصحف کو مصحف اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ دو اوراق میں لکھی ہوئی تمام تحریروں کو جمع کرتا ہے۔ امام فراء کا قول ہے کہ مصحف کو مصحف پڑھنا بھی درست ہے جیسے مطرف کو مطرف پڑھنا۔ ان ہی کا قول ہے کہ مصحف سے مراد وہ کتاب ہے جس میں صحف جمع کیے گئے ہوں اور اطراف کا مطلب ہے دو طرفہ نشانات کی حامل چیز۔

صحیفہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کتاب یا رسالہ قرآن و حدیث میں صحیفہ کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں صحیفة المتلمس کا ذکر بڑی خصوصیت سے کیا گیا ہے۔ یہ وہ صحیفہ تھا جو حیرہ کے حکمران عمرو بن ہند نے حاکم بحرین کے نام سر بمہر کر کے مشہور شاعر طرفہ و متلمس کی ہلاکت کے لئے ان ہی کے ہاتھ روانہ کیا تھا چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جب عیینہ بن

حصن کو اپنی قوم کی طرف ایک خصوصی حکم دے کر روانہ کیا تو عیینہ نے تحریر کو ہاتھ میں لیتے وقت کہا

یا محمد ﷺ اترانی حاملا الا قومی کتابا کصحیفة المتلمس (۳)

اے محمد ﷺ کیا میں اپنی قوم کی جانب کہیں ایسا خط تو نہیں لے جارہا ہوں جو صحیفہ متلمس کی مانند ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا فاضل مقالہ نگار رقمطراز ہے :

صحیفہ کے لغوی معنی وہ چیز ہے جس پر کچھ لکھا جاسکے اسی مناسبت سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو صحیفہ بھی کہتے ہیں اور جدید عربی میں صحیفہ بمعنی جریدہ اور اخبار بھی مستعمل ہے۔(۴)

لغت عربی میں الصحیفة کے معنی ہیں لکھا ہوا کاغذ ورق۔(۵)

نیو انسائیکلوپیڈیا بریٹینکا کا فاضل مقالہ نگار رقمطراز ہے :

"Journalism is the collection, preparation and distribution of news and related commentary and feature materials through such media as pamphlets, news letters, newspapers, magazines, radio, motion pictures, television and books". (6)

صحافت دراصل عربی زبان کے لفظ صحف سے نکلا ہے اس کے لغوی معنی کتاب یا رسالہ یا صحیفے کے ہیں۔ انگریزی میں اسے جرنلزم (Journalism) کہتے ہیں جو کہ لفظ (Journal) سے لیا گیا ہے۔ (Journal) کے لغوی معنی روزنامچہ یا روزانہ حساب کا بہی کھاتہ کے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے صحافت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ صحافت کا لفظ "صحیفہ" سے نکلا ہے۔ صحیفہ کے لغوی معنی کتاب یا رسالہ کے ہیں مگر صحافتی اصطلاح میں صحیفے سے مراد ایسا مطبوعہ مواد ہے جو مقررہ وقفوں کے بعد شائع ہوتا ہو۔ اس لئے ہفت روزہ اخبارات اور رسائل (صحیفے) مقررہ وقفوں کے بعد شائع ہوتے ہیں۔ لہذا تمام ہفت روزہ اخبار اور رسائل صحیفے کہلاتے ہیں اور وہ لوگ جو ان اداروں میں تحریر کی ترتیب و تحسین سے وابستہ ہیں انہیں صحافی اور ان کے پیشہ کو صحافت کہا جاتا ہے۔

لیزلی سٹیفن (Lasly Stephen) نے اپنی کتاب (An introduction to journalism) میں لکھا ہے کہ صحافت ان معاملات کو ضبط تحریر میں لاکر استفادہ کرنے کا نام ہے جس کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے"

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جریدہ ٹائم کے مشہور صحافی ارک ہو جنس () صحافت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صحافت معلومات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ دیانت بصیرت اور رسائی سے ایسے انداز میں پہنچانے کا نام ہے جس میں سچ کی بالادستی ہو اور واقعات کی اطلاع فوری نہ ہو تو

آرام سے سہی لیکن اطلاع واضح ہونی چاہیے۔(۷)

صحافت کی اقسام

موجودہ دور میں صحافت کی کئی قسمیں ہیں لیکن اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

۱۔ مطبوعہ صحافت : مطبوعہ صحافت میں روزنامے، ہفت روزہ اخبار، علمی وادبی مجلّے، پیشہ ورانہ رسالے، سہ ماہی اور سالانہ جریدے اور اب طباعتی صحافت میں پوسٹرز، اسٹیکرز، ہینڈ بلز اور ٹی بوڈرز کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

۲۔ برقی صحافت : برقی صحافت میں ریڈیو، ٹی۔وی، فلم، وی سی آر، سلائیڈز اور ہیڈ پروجیکٹر کو شامل کیا جاتا ہے۔(۸)

اسلامی ریاست میں صحافت کا مقام

اسلامی ریاست ایک اصولی اور نظریاتی ریاست ہوتی ہے اس کی بنیاد نہ رنگ ونسل پر ہے نہ زبان پر ہے اور نہ وطن پر نہ محض معاشی مفاد کا اشتراک اس کی اساس ہے اور نہ محض سیاسی الحاق۔ اس ریاست کی اصل بنیاد یہ ہے کہ یہ اسلامی نظریہ حیات کی علمبردار، اس کی تابع اور اس کو قائم کرنے والی ہے۔

مملکت پاکستان بنیادی طور پر ایک نظریاتی مملکت ہے۔ قیام پاکسان پاک وہند کے کروڑوں مسلمانوں کی سوچ وفکر کا نتیجہ ہے اور اس سوچ وفکر کی بنیاد اسلام ہے۔ اسلام کے مقدس نام پر یہ مملکت معرض وجود میں آئی ہے۔ بانی پاکستان حضرت قائداعظمؒ کے ذہن میں ایک اسلامی ریاست کا نقشہ تھا جس کا اظہار انہوں نے اپنے خطابات اور انٹرویوز میں بر ملا کیا تھا کہ پاکستان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرح ایک ریاست ہوگی۔ آپ نے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شریعت مطہرہ کو پاکستان کی طرز حکومت قرار دیا تھا۔ اس لحاظ سے اسلامی معاشرے میں فرد، ریاست اور تمام اداورں کا سر چشمہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید اور اس کے نبی آخر ﷺ کی سنت حسنہ ہی ہے۔ یہی وہ دوستون ہیں جو ان کے حقوق وفرائض، مقاصد ونصب العین اور لائحہ عمل کا تعین کرتے ہیں۔

اسلامی ریاست میں تمام ادارے اسلامی نظریہ حیات اور اخلاقی اقدار کے علمبردار ہوتے ہیں اور وہ الہامی قوانین واحکام اور نظریات وعقائد کے پیامبر ہوتے ہیں۔ صحافت چونکہ ریاست کا ایک اہم ادارہ ہے جس کا اولین فریضہ اعلیٰ نظریات وتصورات کا عوام تک پہنچانا اور ایک صحت مند اور تعمیری

رائے عامہ کی تشکیل کرنا ہے۔ صحافت قوم کے مزاج و کردار کو سنوارنے اور اسلامی تشخص کو اجاگر کرنے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب صحافت ایک مشن' ایک جذبے اور ایک انقلابی سوچ کے طور پر سامنے آئے۔ اور وہ اسلام کے ابلاغی نظریہ کے زریں اصولوں کو اپنائے۔

سردارِ انبیاء حضرت محمد ﷺ ایک مصلح اعظم اور مبلغ اعظم بن کر اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو انسانیت تک اپنے پیغام کے ابلاغ کے لئے ہی مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے اسلام کو بطور ایک ضابطہ حیات متعارف کروانے کے لئے اللہ کے پیغام کو تمام لوگوں تک اس طرح پہنچایا کہ وہ نہ صرف لوگوں کے لئے قابل قبول ہوا بلکہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے رسم ورواج اور طور طریقوں کو چھوڑ کر ایک نئے اور انقلابی نظریے کے قائل ہوگئے۔ یہ عظیم کامیابی و کامرانی آپ ﷺ کے موثر ابلاغ کا نتیجہ ہے جس کی صراحت قرآن مجید نے یوں بیان فرمائی ہے :

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة(۹)

(آپ ﷺ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیجئے۔)

نبی اکرم ﷺ دنیا میں اس وقت انقلاب لائے جبکہ نہ پریس تھا نہ ریڈیو نہ اخبار تھے۔ آپ ﷺ نے ان تمام مشکلات کے باوجود اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے تک اپنے جانثار صحابہؓ کے ذریعے سے پہنچایا۔ موجودہ دور کی ترقی کے ساتھ ذرائع ابلاغ میں بھی کافی پیشرفت ہوئی ہے جس سے صحافت ایک وسیع اور مؤثر ترین ذریعہ ابلاغ کے طور پر سامنے آیا ہے اور زندگی کے ہر شعبے پر صحافت پوری طرح محیط ہے۔ صحافت ایک اعلیٰ مشن بھی ہے اور پیشہ بھی۔ دراصل صحافت جمہوریت کا چوتھا ستون شمار کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں صحافت جس کا مقصد ہی رائے عامہ کو ہموار کرنا' اس کی تشکیل کرنا اور رائے عامہ کی ترجمانی و عکاسی کرنا ہے تو صحافت اسلامی ضابطہ حیات کے تحت ایک اہم فریضہ بن جاتی ہے۔ جب صحافت کا مقصد رائے عامہ کی تشکیل اور ترجمانی ہو تو پھر اسلامی نظریے کے مطابق صحافت کو ایسی رائے عامہ تشکیل دینے کا فریضہ سرانجام دینا ہوگا جو اسلام کے ضابطہ حیات سے متصادم نہ ہو۔ گویا صحافت کو رائے عامہ کی تشکل اس طرح کرنا ہوگی کہ جس سے بھلائی اور سچائی کو فروغ حاصل ہو۔

ظہور اسلام کے اولین دور میں ذرائع ابلاغ زیادہ نہ تھے پھر بھی حضور اکرم ﷺ نے دستیاب وسائل کو استعمال فرمایا۔ آپ ﷺ نے بنفس نفیس اور مبلغین کے ذریعہ اسلام کا ابدی پیغام رحمت قریہ قریہ اور بستی بستی پہنچایا۔ آپ ﷺ پر اسلام کی جو حقانیت و سچائی اور انسانی فوز و فلاح کے ہمہ گیر اصول و ضوابط منکشف ہوئے ان سے بنی نوع انسان کو مستفید کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے

آپ ﷺ کو مخاطب فرما کر یوں ارشاد فرمایا :

یایھاالرسول بلغ ماانزل الیک من ربک ؕوان لم تفعل فمابلغت رسالتہ(۱۰)

(ترجمہ) اے رسول ﷺ جو بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے آپ اس کی تبلیغ فرمادیں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالی کے پیغام رسانی کے حق کو آپ نے ادا نہ کیا۔

تاریخ عالم گواہ ہے کہ ہادی عالم ﷺ نے دعوت والبلاغ کے زریں اصولوں کی بدولت دنیا کی سب سے زیادہ پس ماندہ قوم کو علمی، روحانی، اخلاقی اور سیاسی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ مہذب، شائستہ، تقوی شعار اور برگزیدہ بنادیا اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں آگیا جس میں خدا ترسی و حقوق شناسی تقوی و پرہیزگاری اور نیکی و ہمدردی کے جملہ اوصاف حسنہ بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔

مملکت پاکستان کے لئے صحافت کی اہمیت دوسری ریاستوں کے مقابلے میں اس لئے زیادہ ہے کہ پاکستان کی تخلیق ایک نظریہ کو راہنما بنا کر رائے عامہ کی بدولت ہوئی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ رائے عامہ کی تشکیل اور علیحدہ وطن کے لئے رائے عامہ کی ہمواری کے سلسلہ میں صحافت نے تاریخی کردار ادا کیا تھا جس سے پاکستان کی منزل قریب تر ہوگئی تھی۔ صحافت کے بارے میں بانی پاکستان حضرت قائد اعظمؒ کا نظریہ واضح کرنے کے لےء دو مختصر مگر مؤثر اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔ ڈان کی پہلی سالگرہ کے موقع پر ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو قائد اعظمؒ نے اپنے پیغام میں کہا :

> "قوم کی ترقی اور بہبود کے لئے صحافت ایک اہم ضرورت ہے کیونکہ زندگی کے تمام شعبوں میں سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کے لئے صحافت ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو قوم کی رہنمائی کرتی ہے اور رائے عامہ کو تشکیل دیتی ہے"

کشمیر کے صحافیوں سے ایک ملاقات کے دوران ۲۳۔ مئی ۱۹۴۴ء کو قائد اعظمؒ نے فرمایا :

> "صحافت ایک عظیم طاقت ہے یہ فائدہ بھی پہنچا سکتی ہے اور نقصان بھی۔ اگر یہ صحیح طریقے پر چلائی جائے تو یہ رائے عامہ کی رہنمائی اور ہدایت کا فریضہ سرانجام دے سکتی ہے"(۱۱)

قیام پاکستان کی تحریک پر نظر دوڑائیں تو میدان صحافت میں مولانا ظفر علی خان اور مولانا محمد علی جوہر جیسی بلند پایہ شخصیات نے ایک جذبے اور انقلابی سوچ کے ذریعے ذاتی آرام و سکون اور مفادات کو نظر انداز کرتے ہوئے قومی و ملی مفادات کا تحفظ بے پناہ مصائب و آلام اٹھا کر کیا۔ انہوں نے صحافت کو ملی اصلاح کا مؤثر ذریعہ بنایا۔

پاکستان کے قیام کے بعد آزاد قوم کی حیثیت سے قومی مقاصد کے حصول کے لئے صحافت اور

ذرائع ابلاغ کو جس معیار اور جس انداز کا ابلاغ عوام سے کرنا چاہئے تھا وہ نہ ہو سکا۔ نتیجۃً یہ ملک بہت سی سیاسی اور معاشرتی برائیوں کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ یہ درست ہے کہ آج بھی ایسے حق گوئی و بے باکی کے پیکر صحافی موجود ہیں جو قلم کی حرمت پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں اور ضمیر کی آواز حق سے کسی لمحہ بھی غافل نہیں ہوتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو ہمہ وقت سچ اور حق کو عام کرنے میں کوشاں ہیں۔ لیکن دوسری طرف اس بات سے بھی انکار ناممکن ہے کہ صحافتی برادری میں ایک استحصالی طبقہ بھی موجود ہے جس نے مصلحت بینی اختیار کرتے ہوئے حالات سے سمجھوتہ کر لیا ہے اور وہ صحافت کی طاقت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر لوگوں کو بلیک میل کرنے میں مصروف ہے۔ یہ لوگ سچائی کے سوداگر اور جھوٹ کے امام ہیں۔ یہ انہی کا کیا دھرا ہے کہ صحافت نے وہ رنگینی و دلکشی اختیار کی کہ قوم کے مزاج کو ہی بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔ اس سے جہاں اطلاعات اور خبر کی () یا صداقت سے اعتماد اٹھ گیا ہے وہاں زرد صحافت اور فحاشی و عریانی نے بھی اپنے گل کھلائے ہیں۔ ٹی۔وی اور این۔ٹی۔ایم پر عشق پر مبنی فلموں اور ڈرامے۔ ریڈیو پر ہر وقت گیتوں کی صدائیں اور اخبارات پر انگڑائیاں لیتی ہوئی عورتوں کی رنگین تصاویر آپ ہماری صحافت کی پہچان ہیں۔ کیا موجودہ صورت حال ہمارے لئے تشویش کا باعث نہیں ہے؟ کہ وہ ذرائع جن کی بدولت ہم قومی کردار کی تعمیر کر سکتے تھے۔ جن ذرائع سے ہم تعلیم عام کر کے جہالت اور ناخواندگی کا خاتمہ کر سکتے تھے۔ جن ذرائع کے ذریعے ہم قوم کو سیاسی، جمہوری شعور و آگہی بخش سکتے تھے جن ذرائع سے ہم بلا شبہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا عظیم فریضہ سرانجام دے سکتے تھے آج وہی ذرائع بحیثیت مجموعی معاشرے کے اسلامی تشخص کو مسخ کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ سنسنی، بے چینی اور افراتفری پھیلائی جا رہی ہے۔ چنانچہ یہ کیا زیادتی نہ ہو گی کہ آج ہمارے ذرائع ابلاغ غیر ذمہ دارانہ رویہ اپنائے ہوئے ہیں(۱۲)

عصر حاضر میں صحافت ہی وسیع اور موثر ترین ذریعہ ابلاغ ہے۔ صحافت ہمارے معاشرے کا جزو بن چکی ہے۔ خانگی زندگی ہو یا سیاسی نظام ہو۔ کاروباری معاملات ہوں یا معاشی و اقتصادی مسائل تعلیم ہو یا صنعت و تجارت، زراعت ہو یا صحت عامہ، امن عامہ اور انتظامی امور ہوں یا ملکی اندرونی معاملات یا بین الاقوامی تعلقات، معاشرتی مسائل ہوں یا لسانی معاملات، تہذیبی ادارے ہوں یا علمی نظریات اور سائنسی تحقیقات۔ غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے پر صحافت محیط ہے۔ صحافت ایک آئینہ کی مثل ہے جس میں حکومت اور عوام اپنا چہرہ دیکھتے ہیں۔ صحافی قوم کا ترجمان ہوتا ہے۔ نقاد بھی، مصلح بھی، رہنما بھی، معلم اور محتسب بھی۔ صحافت حقیقت میں تو مکان کے دریچوں کی مثل ہے جن کے ذریعے سے روشنی اندر آتی ہے۔ اگر یہ دریچے ایک ایک کر کے بند ہونے لگیں تو بادشاہوں کے محلات میں بھی گھپ اندھیرا

ہو جائے۔ صحافت بڑی طاقتور حکومتوں کو نیست و نابود بھی کر دیتی ہے اور بڑی بڑی کمزور حکومتوں کو سہارا بھی دیتی ہے۔

لہذا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ صحافت کے قبلہ کو صحیح سمت دی جائے۔ اس شعبہ کو ایسے عناصر سے پاک و صاف کیا جائے جنہوں نے ذاتی مفادات کی خاطر قومی مفادات کو خطرے میں ڈال رکھا ہے۔ آج صحافت کو اسلام کے ابلاغی نظریہ کے سنہری اصولوں کو اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ ہم نئے ولولے اور جذبے سے اپنی اس حقیقی منزل کی طرف رواں دواں ہو جائیں جس کا تعین ہم نے تحریک پاکستان کے وقت کیا تھا اور جس منزل کو پالینے کے لئے ہمارے بزرگوں نے فقید المثال قربانیاں دی تھیں۔ آج بھی ذرائع ابلاغ اپنا مؤثر کردار ادا کر کے صوبائی عصبیت و منافرت اور لسانی و علاقائی تعصب کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ چاروں صوبوں کے عوام کو اسلام کے نظام اخوت و بھائی چارے کی مضبوط لڑی میں پرویا جا سکتا ہے۔ آج وقت کی اشد ضرورت ہے کہ چاروں صوبوں کے عوام کے درمیان ذرائع ابلاغ مضبوط اور مؤثر رابطے کا فریضہ سرانجام دیں۔ چاروں صوبوں کی تہذیب و ثقافت 'لوگوں کی بود و باش رہن سہن اور قومی و ملی ورثہ سے ایک دوسرے کو روشناس کرایا جائے۔ نظریہ پاکستان سے دلی لگاؤ اور جذبہ حب الوطنی سے سرشار کیا جائیتاکہ کسی بدخواہ دشمن کو ہماری صفوں میں رخنہ ڈالنے کی ہمت نہ ہو۔ گویا ملکی دفاع و سلامتی اور قومی یکجہتی و اتحاد کو فروغ دینے میں ذرائع ابلاغ ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

کاورانِ صحافت کا اسلامی کردار

صحافت سے تعمیری و تخریبی دونوں کام لئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے اسے بڑی احتیاط سے استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ معمولی سی لاپرواہی و بے احتیاطی سے رائے عامہ کو بگاڑنے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔ صحافت کا کردار کیمرے کا نہیں ہے کہ جو کچھ دیکھا من و عن بیان کر دیابلکہ اہل صحافت کو حالات و واقعات کا تجزیہ کر کے بے بنیاد ' بے سروپا اور من گھڑت قسم کی خبریں پھیلانے کی بجائے مقصدی 'اصلاحی اور تعمیری پہلوؤں سے قومی سطح پر ایک مثبت کردار ادا کرنا چاہیئے اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کاوران صحافت کا ہر فرد اسلامی اخلاق کے ذرج ذیل اوصاف حمیدہ سے متصف ہو۔

صداقت و دیانت سے درست معلومات اخذ کرنا : اسلامی ریاست کے اہل صحافت کو پوری صداقت و دیانتداری سے وقوع ہونے والے حالات و واقعات کی نشاندھی کرنی چاہیئے اور عوام الناس کو درست معلومات و اطلاعات بہم پہنچانی چاہیں تاکہ ایک صحت مند رائے عامہ کی تدوین و تنظیم

ممکن ہو سکے۔ صحافت کے ایک اہم مشن ہونے کی حیثیت سے صحافتی صداقت ودیانت اس لئے ضروری ہے کہ صداقت تمام بھلائیوں کی اصل ہے اور امانت ودیانت اپنی جامعیت کے لحاظ سے ان تمام امانتوں پر حاوی ہے جو اللہ تعالی نے یا معاشرے نے یا افراد نے کسی شخص کو سپرد کی ہوں۔ صحافت جس کا مقصد وحید عوام الناس کی بھلائی اور اس امانت کی ادائیگی ہے جو اللہ تعالی اور افراد معاشرہ نے اہل صحافت کو سونپی ہے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ کہ بے بنیاد' غلط اور جھوٹی معلومات واطلاعات اسلامی ریاست کے شہریوں تک پہنچائی جائیں۔ اسلامی ریاست کا ہر ادارہ و شعبہ بشمول صحافت اپنے دائرہ کار کے اندر صداقت ودیانت کا عملی پیکر ہوتا ہے کیونکہ ہر ادارہ قرآن وحدیث کے احکام وفرامین کے تابع ہو کر ہی استوار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صداقت ودیانت کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر اور اس کے حسین ودلنشین احکامات بیان کئے جائیں تاکہ کاوران صحافت سے منسلک افراد اور نو وارد اہل کار ان کو مشعل راہ بنا کر صحافت کے گرتے ہوئے معیار کو سنبھال کر اپنے مذہب وملت کی بہتر خدمت کر سکیں۔ صدق کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے :

هذا یوم ینفع الصدقین صدقهم(۱۳)

(ترجمہ) یہ وہ دن (قیامت) ہے کہ سچے بندوں کو ان کا سچ کام آئے گا۔

لیجزی الله الصدقین بصدقهم(۱٤)

(ترجمہ) تاکہ اللہ تعالی سچ پر پورا اترنے والوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے۔

صدق کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

علیکم بالصدق فان الصدق یهدی الی لبر وان البر یهدی الی الجنة ومایزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند الله صدیقاً(۱۵)

(ترجمہ) سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت کی راہ بتلاتی ہے آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث میں امانت ودیانت کو اختیار کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد الہی ہے :

فلیودالذی اوتمن امانته والیتق الله ربه(۱٦)

(ترجمہ) پس جو امین بنایا گیا ہے اس کو چاہیئے کہ اپنی امانت ادا کر دے اور چاہیئے کہ اپنے پروردگار رب سے ڈرے۔

والذین هم لامنتهم وعهدهم راعون(۱۷)

(ترجمہ) اور جو اپنی امانتوں اور وعدہ کا پاس رکھتے ہیں۔

امانت ودیانت کے متعلق حدیث نبوی ﷺ ہے :

عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ادلامانةالی من اتمنک ولا تخن من خانک(۱۸)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو کوئی تمہارے پاس امانت رکھے تو اس کی امانت ادا کرو اور جو تم سے خیانت کرے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

حضور اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے :

لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهدله(۱۹)

(ترجمہ) جو امانت دار نہیں اس کا ایمان نہیں جسے اپنے عہد کا پاس نہیں اس کا دین نہیں۔

قرآن و حدیث کے مذکورہ بالا احکام شعبہ صحافت سے وابستہ افراد کے کردار کو بالکل واضح کر دیتے ہیں اور کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ صداقت ودیانت کے پیکر اہل صحافت صحت مند رائے عامہ کی تشکیل کر کے اپنے فرائض منصبی کی بدولت معاشرے میں ایک منفرد مقام پیدا کر سکتے ہیں اور اخروی زندگی کے انعامات و کرامات سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

حق گوئی و بے باکی : حق گوئی سے مراد یہ ہے کہ سچی بات کا بغیر کسی خوف و ڈر کے بر ملا اظہار کر دینا۔ حق گوئی بہت بڑا انسانی وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں :

فاصدع بماتومر واعرض عن المشرکین(۲۰)

(ترجمہ) پس آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کو کھول کر بیان کر دو اور مشرکین کی کچھ پرواہ نہ کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

یاایھاالذین امنوا اتقوالله وقولوا قولا سدیداً(۲۱)

(ترجمہ) اے ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔

قرآن مجید کے علاوہ حدیث نبوی ﷺ میں بھی حق بات کہنے کو افضل جہاد کہا گیا ہے۔

عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ ﷺ افضل الجهاد من قال کلمة حق عند سلطان جائر(۲۲)

(ترجمہ) حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بہترین جہاد ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہنا ہے۔

قرآن و حدیث کے مذکورہ بالا احکام سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحافت اور دوسرے

ذرائع ابلاغ عامہ حق گوئی و بے باکی کو ضابطہ اخلاق و کردار بنا کر معاشرے کے ناسوروں کا آپریشن کر کے اصلاح و ترقی اور فلاح و بہبود کی بے مثال خدمت سر انجام دے سکتے ہیں۔ حق گوئی کی پاداش میں مصائب و آلام کے امڈتے سیلابوں اور طوفانوں کا پانی قوت ایمانی سے مقابلہ کرنا ان کا شیوہ ہو۔ حق گوئی کے بلند مقصد اور نصب العین کی خاطر فکر معاش کی بجائے فکر معاد کو ترجیح دینے سے قوم کی رہنمائی کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

مداہنت و خوشامد سے اجتناب : صحافت ایک عوامی ادارہ اور ریاست کا چوتھا ستون ہے۔ اپنی بڑھتی ہوئی اہمیت اور اپنے اثر و نفوذ کی تیزی کی وجہ سے صحافت تو قیادت کی شریک ہے۔ اس لحاظ سے صحافت کو اپنی اعلیٰ و ارفع اخلاقیات اور اقدار کو مد نظر رکھتے ہوئے ذاتیات سے مبرا ہونا چاہیئے۔ ملکی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر ابھرنیوالے حالات وواقعات کا اس طرح بے لاگ تجزیہ کریں جس سے حکومت اور عوام دونوں کو رہنمائی مل سکے۔ تجزیہ کرتے وقت نہ کسی کی مدح و تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جائیں اور نہ ہی مذمت میں زہر اگل دیا جائے بلکہ متوازن اور غیر جانبدار انداز بنا کر متانت و سنجیدگی سے اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق واضح پروگرام اور لائحہ عمل متعین کریں تاکہ مملکت میں ایک صحت مند صحافت کو فروغ حاصل ہو سکے۔ واقعات و مسائل کا تجزیہ کرتے وقت نہ کسی لابی و قوت سے خوفزدہ ہوں اور نہ ہی وابستگان اقتدار و اختیار کی بے جا مدح و ستائش اور خوشامد و چاپلوسی کریں کیونکہ ایسا کرنے سے قومی مفادات کو سخت دھچکا لگتا ہے۔ بے جا مدح و ستائش اور خوشامد ایک مذموم فعل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب۔ ولھم عذاب الیم(۲۳)

(ترجمہ) تم مت خیال کرو کہ جو لوگ اس پر خوش ہوتے ہیں جو انہوں نے کیا اور اس پر تعریف کیے جانے کو پسند کرتے ہیں جو انہوں نے نہیں کیا یہ ہرگز خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

بے جا مدح و ستائش اور خوشامد کرنے والوں کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اذا لقیتم المداحین فاحثوا فی وجوھھم التراب(۲۴)

(ترجمہ) جب تم خوشامد کرنیوالوں سے ملو تو ان کے منہ پر مٹی ڈالو۔

مؤرخ اسلام علامہ سید سلیمان ندویؒ مدح و خوشامد کے متعلق لکھتے ہیں :

"مداحی اور خوشامد اخلاق کی پستی، دناءت اور ذلت کی علامت ہے اور ساتھ ہی جھوٹ کی بھی ایک صورت ہے اور یہ اس کے لئے بھی تباہی کا سامان ہے جس کی مداحی اور خوشامد کی جاتی ہے۔ خوشامد اور مداحی کرنے والا تین گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ ایسی تعریفیں کرتا ہے جو واقع کے مطابق نہیں ہوتیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ منہ سے جو تعریفیں کرتا ہے اس کو اپنے دل میں خود درست نہیں سمجھتا۔ یہ نفاق ہے۔ تیسرا یہ کہ دنیاوی فائدوں کے لئے ارباب قدر و جاہ کی خوشامدانہ تعریف کر کے ان کی اور ان لوگوں کی نظر میں اپنے کو ذلیل ورسوا کرتا ہے جس سے اس کی دناءت اور ذلت ظاہر ہوتی ہے۔ بے جا تعریفوں سے ممدوح میں بھی دو برائیاں پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک غرور اور دوسری اپنی نسبت غلط فہمی۔ تعریفیں سن کر وہ خوش ہوتا ہے اور پھر اپنے اس مفروضہ کمال یا مبالغہ آمیز بیان پر مغرور ہو کر دوسرے کو آنکھ نہیں لگاتا ہے اور پے در پے تعریفیں سن کر اس کو یقین آجاتا ہے کہ وہ واقعی ایسا ہے اور توقع رکھتا ہے کہ ہر شخص اس کو ایسا ہی سمجھے۔ بادشاہوں، امیروں اور بڑے لوگوں میں اس کے بدولت جو مضحکہ انگیز برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور جس طرح وہ بز خود غلط ہو جاتے ہیں اس کی نظیر تاریخ کے ہر دور میں مل سکتی ہے" (۲۵)

قرآن و حدیث اور اہل قلم کی ان تصریحات سے صحافت اور دوسرے ذرائع ابلاغ عامہ سے وابستہ افراد کو یہ رہنمائی ملتی ہے کہ انہیں اپنے فرائض کی بجاآوری میں کسی شخصیت و ہستی کی بے جا مدح و ستائش سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ذاتی اغراض کے لئے بے جا مدح و ستائش کر کے قومی مفادات کا استحصال کرنا ان کو زیب نہیں دیتا۔

خود احتسابی و جوابدہی کا تصور : اسلام ہمیں اس بات کا درس دیتا ہے کہ ہم اس دنیاوی زندگی کو دارالعمل اور دار الحساب سمجھ کر بسر کریں۔ ہم اپنی حرکات و سکنات، کردار و گفتار اور اعمال و افعال کے سلسلہ میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوں گے اور جزاء و سزا کے مستحق ٹھہریں گے۔ خود احتسابی و جوابدہی کا یہ اسلامی تصور اتنا وسیع ہے کہ ایک اسلامی ریاست کا کوئی شہری خواہ مرد ہو یا عورت، کسی ادارے کا سربراہ ہو یا ادنیٰ ملازم، حاکم و فرمانروا ہو یا محکوم اپنے تمام اعمال و افعال اور فرائض و ذمہ داریوں میں اللہ کے ہاں جوابدہ ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

الاکلکم راع وکلکم مسئول عن راعیته فالامام الذی علی الناس راع وھومسئول عن رعیته والرجل راع علی اھل بیته وھومسئول عن رعیته والمراۃراعیةعلی بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولة عنھم وعبد الرجل راع علی مال سیدہ وھومسئول عنه الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن راعیته(۲۶)

ترجمہ) خبردار تم میں سے ہر ایک رعیت کا نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ وہ امام جو لوگوں پر حاکم ہے نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر پر نگہبان ہے اور اس سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ مرد کا غلام اس کے مال پر نگہبان ہے اور اس سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ خبردار تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک اسلامی معاشرے کے ہر فرد کو احساس ذمہ داری اور جواب دہی و خود احتسابی کا وہ شعور عطا فرماتا ہے جس سے اس کے افکار و خیالات میں تطہیر و پاکیزگی اور اعمال و افعال میں حسن و نظافت کا نکھار واقع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اہل صحافت ' ریڈیو اور ٹیلیویژن کے اہل کاروں اور دوسرے ذرائع ابلاغ عامہ کے متعلق افراد کے لئے یہ کتنا حسین و خوشنما ضابطہ اخلاق ہے جو انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں اسلام مہیا کرتا ہے۔ اس طرح یہ کسی طرح بھی جائز نہیں کہ ایک اسلامی ریاست کے تمام ذرائع ابلاغ عامہ اپنے شہریوں کو ایسے واقعات ' پروگرام ' مناظر ' معلومات واطلاعات ' تقریریں اور انٹرویوز ' کھیلیں اور فلمیں نہ دکھائیں جس سے ان کے فکر و عمل کے زاویوں میں فساد و بگاڑ رونما ہو جائے۔ فکر و عمل میں انتشار پیدا کرنے کا وبال متعلقہ ذرائع کے ذمہ دار افراد کے کاندھوں پر ڈالا جائے گا جس سے وہ بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

تجسّس سے اجتناب : اسلامی ریاست صحافت سے منسلک افراد اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ کے کارندوں کے لئے جو ضابطہ اخلاق مقرر کرتی ہے اس میں تجسّس سے اجتناب سر فہرست ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے :

یایھاالذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب

بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه واتقواللہ ان اللہ تواب رحیم(۲۷)

ترجمہ)اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کیا کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم والا ہے۔

عصر جدید کے جلیل القدر اسلامی مفکر و مفسر اور تحریک اسلامی کے عظیم قائد و مجاہد سید قطب شہید اپنی معروف تفسیر "فی ظلال القرآن" میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر و توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

یہ آیت اس فاضلانہ معاشرے کی حفاظت کے لئے ایک دوسری باڑ ہے جس میں ایک فرد کی آزادی اور اس کی عزت محفوظ ہوتی ہے اس طرح ان کو یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ وہ اپنے شعور اور اپنے ضمیر کا اظہار کس طرح کریں گے اور دوسروں کے بارے میں ان کی سوچ آئندہ کیا ہوگی۔ یہ نہایت ہی مؤثر انداز میں بیان ہوا ہے۔

اس کا آغاز بھی پیاری آواز سے ہوتا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ دوسروں کے بارے میں بہت زیادہ گمان اور برے گمان سے باز رہو کسی کے بارے میں اپنے فیصلے شکوک و شبہات پر نہ کرو اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔ان بعض الظن اثم کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ زیادہ زور بعض الظن پر ہے یعنی بعض گمان گناہ ہوتے ہیں یعنی بدگمانی گناہ ہے کیونکہ کوئی یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ میرا کون سا ظن صحیح اور کون سا غلط ہے لہذا کسی پر کوئی بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے۔

ولا تجسسوا۔ تجسس نہ کیا کرو۔ بسا اوقات تجسس بدگمانی ہی کے نتیجے میں ہوتا ہے اور بعض اوقات لوگوں کے راز معلوم کرنے کے لئے ہوتا ہے اور لوگوں کی کمزوریاں معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم اس گھٹیا حرکت کو اخلاقی نقطہ نظر سے لیتا ہے اور لوگوں کے دلوں کو اس قسم کے برے خیالات سے پاک کرتا ہے کہ کوئی کسی کے خفیہ حالات معلوم کرے اور اس کی کمزوریوں کے ٹوہ میں لگا رہے کیونکہ اخلاقی تطہیر میں اس کے مقاصد یہی ہیں کہ لوگوں کی پوشیدہ کمزوریوں کو نہ اچھالا جائے۔

لیکن یہ اصول محض اخلاقی ضابطے سے بھی آگے جاتا ہے اس کا تعلق اجتماعی پاکیزگی اور قانونی اور انتظامی معاملات سے بھی ہے اسلام میں لوگوں کی بعض آزادیاں 'بعض عزتیں اور بعض شرافتیں یہی ہیں کہ ان پر کسی صورت میں دست درازی جائز نہیں۔

اسلام کے فاضلانہ معاشرے میں لوگوں کی جان' ان کی چار دیواری' ان کے راز' ان کی خفیہ کمزوریاں محفوظ ہوتی ہیں کسی وجہ سے بھی کوئی کسی کی جان' کسی کے گھر' کسی کے رازوں اور کسی کی کمزوریوں پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا یہاں تک کہ اسلام میں ادارہ تحقیق و تفتیش جرائم کو بھی یہ اجازت نہیں کہ وہ تجسّس کرے۔ اسلام لوگوں کے ساتھ ان کے ظاہری حالات کے مطابق برتاؤ کرتا ہے اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کے گھر کے اندر گھس کر اندرونی حالات معلوم کرے۔ اسلام ظاہری جرائم اور خلاف ورزیوں پر پکڑتا ہے کسی کو ظن یا توقع پر نہیں پکڑا جاتا کہ ان لوگوں نے جرم کیا ہے یا کرنے والے ہیں۔ اسلام میں پکڑ دھکڑ ارتکاب جرم کے بعد ہے۔ اس طرح گرفتاری کے لئے دوسرے تحفظات ہیں جو ہر جرم کے لئے علیحدہ ہیں۔

امام ابو داؤد نے روایت کی ہے ابو بکر ابن شیبہ سے انہوں نے ابو معاویہ سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے زید ابن وہب سے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ آئے ان سے کہا گیا یہ فلاں ہے اور اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تو تجسّس سے منع کیا گیا ہے ہاں اگر کوئی چیز ہم پر ظاہر ہو گئی کہ اس کا ارتکاب کیا گیا ہے تو ہم پکڑتے ہیں اور مجاہد نے کہا کہ تجسّس نہ کرو لوگوں کو ان کے ظاہری افعال پر پکڑو جو بات اللہ نے چھپا دی ہے اسے چھپا رہنے دو۔

امام احمدؒ نے دجین کاتب عقبہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عقبہ سے کہا کہ ہمارے بعض پڑوسی شراب پیتے ہیں۔ میں ان کے خلاف پولیس کو بلانے والا ہوں کہ ان کو پکڑ لیں تو حضرت عقبہ نے کہا کہ ایسا نہ کرو بلکہ ان کو نصیحت کرو اور دھمکی دو۔ کہتے ہیں انہوں نے ایسا کیا وہ باز نہ آئے تو دجین پھر ان کے پاس آئے کہ میں نے تو انہیں روکا وہ نہ رکے۔ اب تو میں ان کے لئے پولیس بلانے والا ہوں۔ اس کو عقبہ نے کہا تم ہلاک ہو جاؤ ایسا نہ کرو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جس نے ایک مومن کی پردہ پوشی کی اس نے گویا ایک زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کو قبر سے نکالیا۔

سفیان ثوریؒ نے راشد ابن سعد سے انہوں نے حضرت معاویہؓ ابن ابو سفیان سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا تم لوگ اگر لوگوں کی خفیہ باتوں کی ٹوہ میں لگو گے تو ان کو برباد کر دو گے یا قریب ہے کہ ان کو برباد کر دو" اس پر حضرت ابو درداء نے کہا کہ یہ ایک بات ہے جو حضرت معاویہؓ نے حضور ﷺ سے سنی اللہ اسے اس کے ذریعے نفع دے۔(۲۸)

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شرعی ضرورت کے بغیر تجسّس کرنا جائز نہیں کیونکہ اسلام انسان کی نجی زندگی کا پورا پورا تحفظ کرتا ہے۔ اسلامی شریعت کے ماننے والے اہل صحافت کے لئے یہ ممنوع ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے حالات و معاملات جاننے کے لئے ٹوہ لگاتے پھریں خواہ ان کا یہ اقدام بدگمانی کی بنا پر کیا جائے یا بد نیتی سے کسی کو نقصان پہنچانے کی خاطر کیا جائے یا محض اپنا استعجاب دور کرنے کی خاطر کیا جائے۔ سوائے ایسی صورت کے جب کسی کے رویے میں بگاڑ کی علامات نمایاں نظر آ رہی ہوں اور اس کے متعلق قوی اندیشہ ہو جائے کہ وہ کسی جرم کا ارتکاب کرنے والا ہے۔

تمسخر و تضحیک سے پرہیز : اسلامی ریاست اہل صحافت کے لئے جو ضابطہ اخلاق و کردار مقرر کرتی ہے اس میں تمسخر و تضحیک کی کوئی اجازت نہیں۔ تمسخر کے معنی ہیں مزاح اور ٹھٹھا مخول کرنا یعنی کسی آدمی کو دوسروں کی نظروں میں گرانے اور حقیر کرنے کے لئے نشانہ تضحیک بنا لینے کا نام تمسخر ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

یاایھاالذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونواخیرا منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن **ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب۔ بئس الاسم الفسوق بعد الایمان۔ ومن لم یتب فاولئک ھم الظالمون(۲۹)**

ترجمہ) **اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم میں سے کوئی قوم دوسری قوم کا تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔**

اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں :

قرآن کریم مسلمانوں کو پکارتا ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو پھر ان کو اس بات سے منع

کرتا ہے کہ کوئی گروہ دوسرے گروہ سے مزاح کرے نہ مرد دوسرے مردوں ان سے مزاح کریں ہو سکتا ہے جن سے مزاح کیا جاتا ہے وہ دوسروں سے اچھے ہوں۔ نہ عورتیں دوسری عورتوں سے مزاح کریں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جن سے مزاح کیا جارہا ہے اللہ کے پیمانوں میں وہ مزاح کرنے والیوں سے بہتر ہوں۔

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا کی ظاہری قدریں اور بھلائیاں اور برتریاں جو بعض مرد یا بعض عورتیں اپنے اندر رکھتیں ہیں یہ دراصل حقیقی برتریاں نہیں ہیں جن کے ساتھ اللہ کے ہاں لوگوں کو تولا جاتا ہے اللہ کے ہاں کچھ اور قدریں ہیں اور ہو سکتا ہے کہ مزاح کرنے والوں کی نظروں سے وہ اوجھل ہوں صرف اللہ انہیں جانتا ہو اور ان کے ساتھ اللہ ان بندوں کا وزن مقرر کرتا ہو۔ بعض اوقات امراء فقراء سے مزاح کرتے ہوں ایک قوی ضعیف سے' ایک مضبوط نوجوان ایک ضعیف سے' ایک ذہین ایک غبی سے' ایک صاحب اولاد بے اولاد سے' ایک مضبوط یتیم سے' ایک خوبصورت عورت بد صورت سے' ایک جوان عورت بوڑھی عورت سے' ایک معتدل عورت بگڑی ہوئی شکل والی سے' ایک امیر عورت غریب عورت سے لیکن یہ چیزیں تو اس عارضی دنیا سے تعلق رکھتی ہیں کیونکہ اللہ کے ترازو میں یہ چیزیں بالکل بے وزن ہیں۔

لیکن قرآن کریم کریم ان ہدایات و اشارات پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ ایمانی اخوت کے جذبہ کو بھی ابھارتا ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئیں وہ ایک ہی جسم و جان ہیں ان میں سے کوئی دوسرے پر طعن کرتا ہے تو وہ خود اپنے اوپر طعن کرتا ہے۔

ولا تلمزوا انفسکم۔ اور اپنے ہی نفوس پر طعن نہ کرو۔ لمز عیب جوئی کو کہتے ہیں لیکن لمز کے تلفظ میں ایک ترنم اور ایک رنگ ہے یہ معنوی عیب جوئی نہیں بلکہ جسمانی مار ہے اور آنکھوں سے بھی اشارہ ہے۔ لوگوں کو ایسے ناموں سے پکارنا جن کو وہ پسند نہیں کرتے اور ان ناموں کے ساتھ پکارے جانے کو مزاح سمجھتے ہیں اس سے بھی اسلام منع کرتا ہے۔ مومن کا مومن پر یہ حق ہے کہ وہ اسے اس نام سے نہ پکارے جسے وہ پسند نہ کرے یا اسے ہتک سمجھے۔ مومنین کے آداب میں یہ شامل ہے کہ وہ دوسرے مومنین کو ایسے ناموں سے نہ پکاریں۔ نبی اکرم ﷺ نے جاہلیت کے زمانے کے کئی نام اور لقب بدل دیے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے تیز احساس سے اور اپنے مہربان دل سے محسوس کیا کہ یہ لوگ ان ناموں کو پسند نہیں

کرتے جن کے معنی خراب تھے یا جن سے مذمت نکلتی تھی۔

اس آیت نے پہلے تو اشارہ کیا کہ اللہ کے ترازو میں حقیقی وزن کن باتوں کا ہے اس کے بعد اسلامی اخوت کے شعور کو اجاگر کیا بلکہ اسلامی وحدت کے شعور کو جوش دلایا اس کے بعد اب ایمانی شعور کو ابھارا گیا ہے اور مومنین کو ڈرایا گیا ہے کہ تم سے کہیں ایمانی شعور گم نہ ہو جائے۔ مزاح، طعن و تشنیع اور برے ناموں سے ایک دوسرے کو پکارنے سے تم فاسق نہ بن جاؤ۔(۳۰)

کسی مومن کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کا مذاق اڑائے یا اس کی تضحیک کرے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال لا تمار اخاک ولا تمازحه ولا تعده موعدا فتخلفه(۳۱)

ترجمہ) ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور نہ اس کے ساتھ مذاق کر اور نہ اس کی وعدہ خلافی کر۔

قرآن و حدیث کے ان ارشادات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی ریاست کے اہل صحافت اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے دوسروں کا تمسخر و تضحیک نہ کرنے کے شرعی طور پر پابند ہیں کیونکہ ایسا کرنے میں فخر و غرور کے جذبات شامل ہوتےہیں۔ تمسخر و تضحیک کا یہ اسلامی ضابطہ کردار اجتماعی روابط کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔

حرص و طمع سے کنارہ کشی: اپنے مال اور دولت کو ناجائز طریقے سے بڑھانے کے لئے ہر وقت جدو جہد کرتے رہنے کا نام حرص ہے۔ حرص و طمع سے انسان کے اندر دنائت اور تنگ ظرفی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے صحافت کا جو ضابطہ اخلاق مرتب کیا ہے اس میں اہل صحافت کو اس قبیح خصلت سے بالکل دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اگر وہ غیر ثقہ اور ناقابل اعتماد افراد کی خبروں اور اطلاعات کی تشہیر محض دولت بڑھانے کی خاطر حرص و طمع کی بنا پر کرنا شروع کر دیں تو پوری قوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے اور خود ان کا شعبہ بھی معاشرے کی نظر میں حقارت کی نظر سے دیکھا جائے گا اور عوامی اعتماد سے محروم ہو جائے گا۔

صحت مند صحافت کے فروغ کے لئے اسلام حکم دیتا ہے کہ مال و دولت میں اضافے کی حرص

وطمع سے حالات وواقعات کی بلا تحقیق تشہیر کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ حالات وواقعات کی خوب تحقیق کر کے اسے تشہیر کیا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

یایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالة فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین (۳۲)

ترجمہ) اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے آئے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بے علمی میں ضرر پنچاؤ پھر تم اپنے کیے پر پچھتانے لگو۔

صاحب ضیاء القرآن اس یت مبارکہ کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ہر سوسائٹی میں ایسے سفلہ مزاج لوگ ہوتے ہیں جن کا محبوب مشغلہ بے پر کی اڑانا' اور غلط افواہیں پھیلانا ہوتا ہے۔ ایسی افواہیں خاندانوں' قبیلوں بسا اوقات قوموں کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی بڑی سختی سے مسلمانوں کو یہ ہدایت فرما رہا ہے خبر دار اگر کوئی فاسق اور بدکار تمہارے پاس کوئی اہم خبر لے آئے تو اس کو فوراً قبول نہ کیا کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جھوٹ بک رہا ہو اور تم اس کی جھوٹی خبر سے مشتعل ہو کر کوئی ایسی کارروائی کر بیٹھو جس پر خوفناک نتائج مرتب ہوں اور پھر تم ساری عمر فرط ندامت سے کف افسوس ملتے رہو۔ اس لئے جب کوئی خبر تمہارے کانوں تک پہنچے تو اس کو بے تحقیق تسلیم کر لینا قطعاً قرین دانش مندی نہیں۔ پہلے اچھی طرح اس کی چھان پھٹک کر لو اور پھر مناسب قدم اٹھاؤ۔

خیال رہے کہ یہاں النباء کا لفظ مستعمل ہے اور عربی میں النباء غیر اہم خبر کو نہیں کہا جاتا بلکہ ایسی خبر جس سے دوررس نتائج نکل سکتے ہوں اس کو بناء کہتے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانیؒ اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں : النباء خبر ذوفائدة عظیمة (مفردات) امام ابوبکر جصاصؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ومقتضی الایة ایجاب التثبت فی خبر الفاسق والنھی عن الاقدام علی قبوله الا بعد التبین)

یعنی اس آیت کا مقتضی یہ ہے کہ فاسق کی خبر کی تحقیق کرنا واجب ہے جب تک حقیقت حال پوری طرح واضح نہ ہو جائے اس پر عمل کرنا ممنوع ہے اس کے بعد فرماتے ہیں اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ جن امور کا حقوق کے ساتھ تعلق ہے فاسق کی شہادت مردود ہو گی۔ روایت حدیث میں بھی اس کا کوئی اعتبار نہ ہو گا۔ کسی قانون' کسی شرعی حکم اور کسی انسان کے حق کے ثبوت کے لئے بھی اس کی خبر غیر معتبر اور غیر مقبول ہو گی (احکام القرآن للجصاص)

نادمین علامہ مخشری ؒ لکھتے ہیں کہ ندامت ایک خاص قسم کے غم کو کہتے ہیں وہ یہ کہ تو ایسی بات پر غم زدہ ہو جس کا تجھ سے ارتکاب ہوا ہے اور جس کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے کہ کاش میں نے یہ کام نہ کیا ہوتا۔

الندم ضرب من الغم وھو ان تغتم علی ماقو منک تتمنی انه لم یقطع (کشاف) (۳۳)

سید قطب شہیدؒ اسی آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

یہاں فاسق کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ فاسق پر بدگمانی کی جاسکتی ہے اور یہ تخصیص اس لئے کر دی گئی ہے کہ لوگ اسلامی جماعت میں قابل اعتماد لوگوں کے تصرفات واقدمات پر بھی شک نہ کریں اور معلومات کے سلسلے میں اعتبار کے بجائے شک ایک اصول نہ بن جائے کیونکہ ایک اسلامی جماعت میں اصول تو یہی ہوگا کہ اس کے ارکان کی خبروں پر اعتبار کیا جائے گا اور ان پر عمل ہوگا۔ رہا وہ شخص جو فاسق ہے تو اس کی خبروں کی تصدیق ضروری ہوگی کیونکہ اس پر شبہ کیا جاسکتا ہے۔ یوں ایک اسلامی جماعت میں خبروں کے اعتبار اور عدم اعتبار' لینے یا نہ لینے کے بارے میں ایک معتدل قاعدہ بن جائے گا۔ کسی فاسق کی خبر پر فوراً عمل نہ ہوگا۔ یہ نہ ہو کہ کسی پر کوئی زیادتی ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ جلدبازی کی وجہ سے ہو جائے گی اور بعد میں اسلامی سوسائٹی کو نادم ہونا پڑے گا ایسا کام کر لیا جائے جس سے اللہ ناراض ہو کیونکہ یہ ایک ایسے فعل کا مصدر ہو جائے گا جو حق اور عدل کے پیمانوں پر پورا نہ اترتا ہو۔ (۳۴)

اس بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ غیر ثقہ اور ناقابل اعتماد افراد کی فراہم کردہ اطلاعات اور خبریں چھان پھٹک کرنے کے بعد عوام تک پہنچائی جائیں ایسا نہ ہو کہ **شعبہ صحافت سے وابستہ ذمہ دار** افراد اپنی دولت اور آمدنی میں اضافے کی حرص میں **مبتلا ہو کر بغیر جانچ پڑتال کے شائع یا نشر کردیں۔ ذرائع ابلاغ عامہ کے اہل کاروں میں حرص وطمع کے جذبے سے جہاں صحافتی میدان میں نقصان ہوگا وہاں معاشرے میں دیگر خرابیاں اور** مفاسد بھی پھیلیں گے۔ جن کی صراحت حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے :

عن جابرؓ ابن عبد اللہ ان رسول اللہ ﷺ اتقوا الشح فان الشح اھلک من کان قبلکم حملھم علی ان سفکوا دماھم واستحلوا محارمھم (۳۵)

ترجمہ) حضرت جابرؓ ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حرص و طمع سے بچو کہ اسی نے تم سے پہلے والے کو تباہ و برباد کیا۔ اسی نے ان کو آمادہ کیا کہ خون بہائیں اور حرام کو حلال سمجھیں۔

حضور اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے : ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔(۳۶)

بہتان اور تہمت لگانے سے اجتناب : بہتان اور تہمت یہ ہے کہ جان بوجھ کر کسی کی طرف ناکردہ گناہ منسوب کر دیا جائے۔ قرآن مجید اور حدیث میں اس فعل کو بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے اسلامی ریاست کی صحافت میں بہتان تراشی اور تہمت لگائے گئے واقعات کی نشر و اشاعت کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے :

ومن یکسب خطیئة او اثما ثم یرمه به بریئا فقداحتمل بهتاناواثما مبینا(۳۷)

ترجمہ) اور جو کوئی گناہ کرے پھر وہ اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے یقیناً وہ اپنے اوپر بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ لیتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ان الذین یرمون المحصنت الغفلت المومنت لعنوا فی الدنیا والاخرة ولهم عذاب عظیم(۳۸)

ترجمہ) جو لوگ پاکدامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

عن ابی هریرةؓ قال سمعت ابا القاسم ﷺ یقول من قذف مملوکه وهو بری مما قال جلد یوم القیمة الا ان یکون کما قال(۳۹)

ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو کوئی اپنے غلام پر تہمت لگائے حالانکہ اس نے وہ گناہ نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس مالک کو کوڑے لگائے گا مگر یہ کہ غلام اسی طرح ہو جیسے مالک نے کہا۔

عن ابی هریرةؓ انه قیل یا رسول الله ماالغیبة قال ذکرک اخاک بما یکره قیل افرئیت ان کا فی اخی ما اقول قال فان کان فیه وان لم یکن فیه فقد بهته(۴۰)

ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ غیبت کیا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کا اس طرح سے ذکر کرنا کہ (اگر وہ ہو) تو وہ ناگوار ہو۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جو میں ذکر کروں (تو اس کو غیبت کہیں گے یا کہ نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس میں وہ عیب ہے تب ہی تو یہ غیبت ہے اور جو اس میں وہ عیب نہ ہو تو تو نے بہتان باندھا۔

قرآن وحدیث کے ان احکام سے مترشح ہوتا ہے کہ بہتان وتہمت لگانا اسلام میں بہت قبیح فعل ہے اور اسلامی ریاست کی صحافت میں بہتان تراشی کے واقعات پھیلانا سخت ممنوع ہیں کیونکہ اس سے بے شمار برائیاں پھیلتی ہیں اور شہوانی وسفلی جذبات میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے صحافت کا جو ضابطہ اخلاق وکردار وضع کیا ہے اس میں اس چیز کی سخت ممانعت ہے۔

فحش گوئی کی ممانعت : فحش گوئی سے مراد ہر وہ کلام ہے جو تہذیب وشائستگی سے گرا ہوا ہو۔ چنانچہ اسلامی ریاست کی صحافت میں فحش گوئی کی سخت ممانعت ہے کیونکہ اسلام معاشرے میں پاکیزہ اور صاف ستھرے افکار وخیالات پھیلا کر افراد معاشرہ کی فکری وذہنی تطہیر اور تربیت کرنے کا زبردست حامی ہے۔ مؤرخ شہیر علامہ سید سلیمان ندویؒ فحش گوئی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> "فحش گئی کی مختلف قسمیں ہیں ایک قسم تو قوت شہوانیہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے مرتکب زیادہ تر رند، بے باک نوجوان اور بے تکلف دوست واحباب ہوتے ہیں مثلاً جب اس قسم کی بے تکلفانہ اور رندانہ صحبتیں قائم ہوتی ہیں تو عورتوں کا حسن وجمال کا ذکر ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں اس قسم کے حالات وواقعات بیان کئے جاتے ہیں جو بعض اوقات شرمناک حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ عربی زبان میں اس قسم کی فحش گوئی کو رفث کہتے ہیں اور قرآن مجید میں اس کی ممانعت کی گئی ہے۔
>
> فحش گوئی کی دوسری قسم کا تعلق قوت غضبیہ سے ہے جس کا نام سب وشتم یا گالی گلوچ ہے اور یہ صورت عموماً جنگ وجدل کے موقع پر پیش آتی ہے اس کی بھی اسلام نے ممانعت کردی ہے۔ ان تمام مراتب کے پیش نظر رکھنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بدزبانی اور فحاشی اسلامی تعلیمات اور اسلامی خصوصیات کے منافی ہے۔ اس لئے جو شخص صحیح اسلامی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے وہ اس بداخلاقی میں رہنا پسند نہ کرے گا (۴۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لیس المومن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی(۴۲)

ترجمہ) مومن طعن کرنے والا' لعنت کرنے والا' فحش بکنے والا اور زبان دراز نہیں ہوتا۔

اسلامی ریاست میں اہل صحافت کی ذمہ داریاں

اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست اور فلاحی ریاست ہوتی ہے۔ وہ اسلامی نظریہ حیات اور اخلاقی اقدار وروایات کی علمبردار ہوتی ہے۔ اس کا نصب العین عوام کی دینی ودنیاوی فوز وفلاح اور کامیابی وکامرانی ہے۔ اسلامی ریاست کیدیگر اداروں اور شعبوں کی طرح صحافت بھی ایک منفرد اور ممتاز حیثیت کا حامل ادارہ ہے۔ یہ ادارہ قوم کی امانت ' قومی احساسات کا پاسدار اور اسلامی افکار کا محافظ ونگہبان ہوتا ہے۔ یہ اسلامی ریاست اور معاشرے کا ترجمان ہونے کے لحاظ سے قرآن وسنت میں دی گئی ہدایات پر عمل پیرا ہو کر اپنے فرائض اور ذمہ داریاں ادا کرنے کا پابند ہے۔ قرآن وسنت ہی وہ دو ستون ہیں جو اس کی بنیاد کو مضبوط اور اس کے وجود کو قوت وتوانائی فراہم کر سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے کے ترجمان اس ادارے کو بھی نظریاتی 'اخلاقی' معاشرتی' ثقافتی اور تہذیبی اصول واقدار کی پابندی کرنا چاہئے۔ اگر یہ ادارہ اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی تہذیب وثقافت کو فروغ دینے کی بجائے مغرب کا مادہ پرستانہ نظریہ حیات اور مغربی تہذیب وثقافت کو فروغ دینے لگے تو یہ مغربی تہذیب کو عام کرنے کی خدمت تو ہو سکتی ہے لیکن اسلام کی خدمت سے اس کو دور کا واسطہ بھی نہیں بلکہ اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی اقدار کی بیخ کنی کے مترادف ہے۔ بہر حال اسلامی ریاست میں صحافت اور دیگر ذرائع ابلاغ کا اصل کام تو یہ ہے کہ اللہ کی سرزمین میں دین اسلام کا بول بالا ہو اور اسلامی تہذیب وثقافت کو فروغ ہو۔ ذرائع ابلاغ قوم کی ذہنی' اخلاقی اور علمی تربیت اس انداز سے کریں کہ وہ اسلامی تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور اچھے مسلمان بن سکیں۔ اس مقصد کے لئے صحافت اور دیگر ذرائع ابلاغ کو مندرجہ ذیل فرائض اور ذمہ داریاں ادا کرنا ہوں گی۔

مشاہیر اسلام کی حیات وخدمات کی تشہیر : سردار انبیاء حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ ﷺ کے جانثار اور اطاعت گزار صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظامؒ کی سیرت تمام مسلمانوں کے لئے سبق آموز ہے۔ ان مقدس ہستیوں کی دینی وملی خدمات سے شجر اسلام پروان چڑھا ہے اور ان مشاہیر اسلام کے مومنانہ کارناموں کی بدولت آج ہم اسلام کے ثمرات وبرکات سے مستفید ہو رہے ہیں اسی لئے ان

ہستیوں کے دور حیات کو تاریخ اسلام میں خیر القرون کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عمران بن حصینؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خیر امتی القرن الذی بعثت فیھم ثم الذین ثم الذین یلونھم (۴۳)

ترجمہ) بہترین امت اس زمانے کے لوگ ہیں جن میں میں بھیجا گیا ہوں پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہیں (یعنی تابعین) پھر وہ لوگ جو ان سے نزدیک ہیں (یعنی تبع تابعین)

آج ضرورت اس چیز کی ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ عامہ ان مشاہیر اسلام کی زندگیوں اور کارناموں کو ایسے دلکش اور دل نشین انداز سے اپنی اشاعات و نشریات میں تشہیر کریں جس سے ہمیں ذہنی سکون اور اخلاقی آسودگی بھی حاصل ہو اور تعلیمی استعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو تا کہ ہم بہترین مسلمان بن سکیں اور اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں۔ ان مجاہدین اسلام کی جہادی واجتہادی کوششوں کو قومی نشریات میں وسیع پیمانے پر نشر کرنے سے قوم میں دین کی صحیح فہم وبصیرت پیدا ہو گی اور ان میں شجاعت وبہادری جفاکشی اور محنت کوشی کی اعلیٰ خوبیاں پروان چڑھیں گی۔

نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریے سے متعلق معلومات کی فراہمی: نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریے کی حفاظت و نگہداشت اور اس کو فروغ دینا در حقیقت اسلام کو ہی فروغ دینا ہے۔ مسلمانوں کا متحدہ نعرہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کی اساس وبنیاد دین اسلام ہی تھا جو اللہ کے ہاں تمام ادیان سے افضلیت واکملیت کے مقام پر فائز ہے جس کی وضاحت قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے:

ان الدین عند اللہ الاسلام (۴۴)

ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانوں کے لئے صحیح طریق زندگی اسلام ہی ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (۴۵)

ترجمہ) آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا ہے۔ اور اسلام کو تمہارے لئے نظام زندگی کے طور پر مقرر کیا ہے۔

جو دین اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے پسند فرمایا وہ دین اسلام ہی ہے۔ اسی دین کے بنیادی احکامات کی روشنی میں دو قومی نظریہ یا نظریہ پاکستان ابھر کر سامنے آیا جو عالمگیر مسلم اخوت اور بھائی چارے کا پیغام ہے۔ یہ نظریہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ خود اسلام۔ مزید براں برصغیر پاک وہند کے

مسلمان ایک نئی قوم کے طرز پر اسی لئے ابھر کر سامنے آئے کہ وہ اس نظریے پر اعتقاد رکھتے تھے وہ ایک نئی ریاست کو بھی اس لئے وجود میں لائے کہ وہ ان قدروں کے اقبال واقتدار کے خواہش مند تھے جو اس نظریے سے نموپذیر ہوتی ہیں اور مسلمان کچھ اس طریقے سے ان اقدار کو مقتدر کرنا چاہتے تھے کہ نہ تو دوسری متصادم قدروں کا تسلسل سدراہ ہو اور نہ ان کا غلبہ آڑے آئے۔۔ مختصراً نظریہ پاکستان کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ یہ ان آفاقی وعالمگیر اصولوں اور تمدنی قدروں کا مجموعہ ہے جو اسلام نے بنی نوع انسان کی سماجی اور اخلاقی ہدایت کے لئے دی ہیں اور قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریے کو فروغ دینا اس لےء ضروری ہے تاکہ اسلام کے علاوہ یہاں کوئی اور نظریہ پنپنے نہ پائے کیونکہ ارکان اسلام اور اجزائے ایمان کی مضبوطی واستحکام کا نام نظریہ پاکستان ہے۔ اسی طرح ارض پاکستان کی سرحدیں محض جغرافیائی سرحدیں نہیں بلکہ ان سرحدوں کا تحفظ نظریہ پاکستان کا تحفظ ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہماری صحافت اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ نظریہ پاکستان اور تحریک پاکستان پر مبنی پروگرام اور اطلاعات 'مقالات مضامین' مذاکرات اور لٹریچر کو وسیع پیمانے پر نہایت خوش اسلوبی سے نشر کریں تاکہ نئی نسل اور پود اپنے اس قومی وملی اور علمی وادبی سرمائے کو اپنے قلوب واذہان میں سمو کر حرز جاں بنالے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کو مملکت کی تعمیر وترقی او خوشحالی کے لئے وقف کر دیں۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری قوم بالخصوص نوجوان نسل کے ذہنوں میں نظریہ پاکستان اپنی تمام تر جامعیت اور وضاحت کے ساتھ کوٹ کوٹ کر بھر دیا جائے تاکہ گمراہ کن خیالات اور درآمدی نظریات اپنی جگہ نہ بنا سکیں۔

دین حق کی تبلیغ : صحافت اسلامی ریاست کا ایک اہم ادارہ ہے اور تبلیغ اسلام اسلامی ریاست کا اہم فریضہ ہے۔ اسلامی ریاست کے ایک ادارے کی حیثیت سے صحافت اور ذرائع ابلاغ عامہ دین حق کی تبلیغ کے فریضے کو سرانجام دینے کے شرعاً پابند ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے :

وکذالک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهدا علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا (۴۶)

ترجمہ) اور اس طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہو۔

دنیا میں اہل ایمان کو اللہ کی طرف سے امت وسط اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ یہ شہادت حق کا

فریضہ اسی طرح ادا کریں جس طرح خدا کے رسول ﷺ نے اپنی نبوت کی زندگی میں ادا کیا۔ دینا میں خدا کی طرف سے کسی شخص یا گروہ کا گواہی کے منصب پر مامور ہونا ہی در حقیقت اس کا امامت اور پیشوائی کے مقام پر سرفراز کیا جانا ہے۔ اس میں جہاں حقیقت اور سرفرازی ہے وہیں ذمہ داری کا بہت بڑا بار بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح رسول للہ ﷺ اس امت کے لئے خدا ترسی' راست روی' عدالت اور حق پرستی کی زندہ شہادت بنے رہے اسی طرح اس امت کو بھی تمام دنیا کے لئے زندہ شہادت بنناچاہیئے۔

اسلامی ریاست اندرون ملک تبلیغ دین کے فریضے کی ذمہ دار ہے تو اسلامی ریاست کے ترجمان ذرائع ابلاغ عامہ اس فریضے کی ادائیگی کے بدجہ اولی ذمہ دار ٹھہرتے ہیں۔ چنانچہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر دین حق کی تبلیغ کے لئے ایسے افراد مقرر کیے جائیں جو نہ صرف اسلام کے متعلق فہم وبصیرت رکھتے ہو بلکہ اسے زمانے کے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق پیش کرنے کی صلاحیت و مہارت بھی رکھتے ہوں۔ ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے تفہیم القرآن' تفہیم الحدیث اور تفہیم الفقہ کے پروگرام باقاعدگی کے ساتھ نشر کیے جائیں جو عقائد وعبادات اخلاق و معاشرت اور معیشت وسیاست کے تمام پہلوؤں پر محیط ہوں تاکہ دین کی بنیادوں پر سماج کی تعمیر بھی ہو اور انسانی زندگی کو منظم کرنے اور خیر وبرکت سے مالامال کرنے والی ایک بابرکت اسٹیٹ کا قیام بھی ممکن ہو سکے۔

قومی وحدت اور یکجہتی کو فروغ دینا: دو قومی نظریے کی بنیاد پر ابھرنیوالی مملکت پاکستان جہاں دوسرے گھمبیر مسائل کا شکار ہے وہاں اسے قومی وحدت و یکجہتی کے فقدان کا بھی سامنا ہے۔ جس سے قوم میں افتراق وانتشار دن بدن بڑھ رہا ہے۔ بدقسمتی سے اسلام اور پاکستان کی مخالف طاقتوں نے ہماری ملی وحدت اور قومی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے کے لئے پوری توجہ اور قوت لگا رکھی ہے جس سے ہم علاقائی' صوبائی اور لسانی اختلافات' مذہبی وگروہی اختلافات' طبقاتی کشمکش اور اونچ نیچ جیسے قوی اور مستقل امراض میں مبتلا ہو چکے ہیں جس سے ہماری نجات ممکن نہیں سوائے اس کہ ان امراض کا علاج قرآن وحدیث اور اسوہ حسنہ کے نسخہ کیمیا سے نہ کریں۔ جہاں پوری پاکستانی قوم کا یہ فرض ہے کہ وہ خلوص دل سے اس نازک دور میں وقوم وملک کی بقا اور اسلام کی بہتری کے لئے ملی اتحاد اور یکجہتی کے تقاضوں کو مد نظر رکھیں وہاں اس اسلامی ریاست کی مطبوعہ اور برقی صحافت کی یہ عظیم داری ہے کہ وہ قوم کو اتحاد واتفاق اور متحد و متفق رکھنے کے لئے اسلام کے ہمہ گیر اصولوں کو اپنی نشریات اور اشاعتوں میں خصوصی

جگہ دیں۔

قومی وحدت و یکجہتی کو فروغ دینے کے لئے اسلام کے ہمہ گیر اصول قرآن مجید میں مختلف مقامات پر موجود ہیں ایک مقام پر ارشاد خداوندی ہے :

وان هذه امتكم امة واحدة وانا ربكم فاتقون(۴۷)

ترجمہ) یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ ہی سے ڈرو۔

قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہے :

انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم(۴۸)

ترجمہ) مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو۔

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور وہ سب امت واحدہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کے درمیان نسل و رنگ ' قبائل و خاندان ' زبان اور وطن کی بنیاد پر کوئی اختلاف و امتیاز نہیں کیونکہ اسلامی عقیدہ ' اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی شریعت نے ان کو رشتہ اخوت و محبت میں منسلک کر دیا ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے :

وعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا۔ واذكرو نعمت الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخواناً(۴۹)

ترجمہ) سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔

حضور اکرم ﷺ نے امت کو اتحاد و تعاون اور یکجہتی کی لڑی میں پرونے کا جو نسخہ تجویز کیا وہ ہماری تمام بیماریوں اور غموں کا مستقل مداوا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

فعليكم بسنتي وسنة الخفاء الراشدين المهديين(۵۰)

ترجمہ) تم پر میری اور میرے نیک اور ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت پر عمل کرنا واجب ہے۔

قرآن و حدیث کے ان زریں اصولوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ صرف شجر اسلام کے گھنے سائے کے نیچے ہی قومی اور علاقائی عصبیتوں اور لسانی ' نسلی اور گروہی و مذہبی امتیازات کا خاتمہ ممکن ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے امت کو اتحاد و اتفاق اور یکجہتی و یگانگت میں منسلک کرنے کی غرض سے کیسے فصیح و بلیغ انداز اپنا کر حکیمانہ اقوال ارشاد فرمائے ہیں۔ حضرت نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے کہ

آپ ﷺ نے فرمایا:

مثل المؤمنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسھر والحمی'(۵۱)

ترجمہ) تو مسلمانوں کو آپس میں محبت رکھنے، رحم کرنے اور مہربانی کرنے میں ایسا پائے گا جیسا کہ بدن ہے۔ جب بدن کا کوئی عضو دکھتا ہے تو سارے بدن کے اعضاء بیداری و بخار میں شریک ہو جاتے ہیں۔

عن ابی موسیٰؓ عن النبی ﷺ قال المومن للمومن کا لبنیان یشد بعضه بعضا ثم شبک بین اصابعه(۵۲)

ترجمہ) حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان مسلمان کے لئے مکان کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے وضاحت فرمائی۔

حضور اکرم ﷺ کا ایک اور حکیمانہ و فصیحانہ ارشاد ہے:

المؤمنون کرجل واحد ان اشتکی عینه اشتکی کله وان اشتکی راسه اشتکی کله(۵۳)

ترجمہ) تمام ایماندار ایک آدمی کی مانند ہیں اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن تکلیف محسوس کرتا ہے اگر سر دکھتا ہے تو سارا بدن دکھنے لگتا ہے۔

قرآن و حدیث کے یہ وہ اصول ہیں جو ہمیں اتحاد و یکجہتی کا درس دیتے ہیں۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری صحافت اور ذرائع ابلاغ اسلام کے ان سنہری اصولوں کی نشر و اشاعت کریں اور ان کی تشہیر اس انداز سے کریں جس سے عوام کے قلوب و اذہان کی کیفیت بالکل بدل جائے اور ملی اتحاد و یکجہتی کو فروغ حاصل ہو۔ اگر ہمارے صحافیوں کی تحریروں اور تقاریر سے قومی اتحاد و یکجہتی کے ان اسلامی اصولوں کو اجاگر کیا جائے تو ہماری منتشر قوم بہت جلد متحد و متفق ہو کر ترقی کی منزل پر گامزن ہو جائے گی۔

اسلامی ثقافت کو فروغ دینا: ایک اسلامی اور نظریاتی ریاست کے شہری ہونے کی حیثیت سے ہماری یہ اجتماعی ذمہ داری ہے کہ ہم دین اسلام کی سربلندی اور اس کو غالب کرنے کی سر توڑ کوشش کریں۔ دین اسلام کی سربلندی اور اس کو غالب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری زندگی کا کوئی گوشہ دین

اسلام سے خارج نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے :

یایھا الذین امنوا اخلوا فی لسلم کافة (۵۴)

ترجمہ) اے ایمان لانے والو تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ۔

ہم نے پاکستان کو لاالہ الا اللہ کے عقیدہ توحید کی بنیاد پر حاصل تو کر لیا لیکن اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے کوئی مخلصانہ کوشش نہ کی گئی۔ اسلامی معاشرہ کا آپنا ایک خاص رنگ ڈھنگ ہوتا ہے جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ اس کے خاص آداب واطوار ہیں جو اسلامی معاشرہ کو خاص وضع عطا کرتے ہیں۔ کھانے پینے 'اٹھنے بیٹھنے' میل جول کرنے 'گفتگو کرنے اور لباس وغیرہ کے بارے میں اسلام نے خاص ہدایات دی ہیں جن سے ہر دیکھنے والا شخص مسلمان کو پہچان لیتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں مغربی ثقافت کے اثرات نمایاں ہیں جن میں سے ایک مسلمان خاتون کا لباس اور زینت اور دوسرا عورتوں اور مردوں کا آزادانہ اختلاط اسلامی ثقافت کی بالکل ضد ہیں۔ اسلام کے نزدیک لباس سے دو چیزیں مقصود ہیں ایک ستر پوشی اور دوسرا زیب وزینت۔ لباس کے ان دونوں مقاصد کی صراحت قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے :

یابنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا۔ ولباس التقوی ذلک خیر (۵۵)

ترجمہ) اے بنی آدم ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری ستر پوشی بھی کرتا ہے اور زینت بھی ہے اور تقوی کا لباس ہی بہتر ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا :

یا بنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا (۵۶)

اے بنی آدم ہر مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہنو اور کھاؤ اور پیو مگر حد سے تجاوز نہ کرو۔

اسلام نے ایک خاتون کے لئے ایسے کپڑے پہننا حرام کر دیا ہے جن سے ستر پوشی نہ ہو اور ان سے بدن نظر آئے۔ اسی طرح وہ کپڑا بھی حرام ہے جس سے بدن کے خدوخال اور خاص طور سے وہ اعضاء نمایاں ہوں جن سے فتنہ کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

نساء' کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤسهن کاسنمة البخت المائلة لا یدخلن الجنة ولا یجدن ریحها وان ریحها لیوجد من مسیرة وکذا وکذا (۵۷)

ترجمہ)وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی رہیں گی وہ اپنی طرف مردوں کو مائل کریں گی اور خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی ان کے سر اونٹ کے جھکتے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پا سکیں گی حالانکہ اس کی خوشبو دور دور تک پھیلی ہوئی ہو گی۔

اسلام کے نزدیک لباس کا مقصد ستر پوشی اور زیب و زینت ہے۔ ستر پوشی کے علاوہ زیب و زینت کے سلسلے میں مرد کے مقابلے میں عورت کو سونے کے زیورات اور خالص ریشم پہننے کی خصوصی اجازت بھی دی ہے۔ یہ اجازت عورت کی زینت پسند فطرت اور نسوانیت کے تقاضے کے عین مطابق ہے۔بشر طیکہ اس سے مقصود مردوں کو راغب کرنا اور شہوانی جذبات کو برانگیختہ کرنا نہ ہو۔

ارشاد خداوندی ہے :

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن(۵۸)

ترجمہ)وہ اپنے پاؤں زور سے مارتی ہوئی نہ چلیں کہ انہوں نے اپنی جس زینت کو چھپا رکھا ہے وہ معلوم ہو جائے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے :

ایما امراۃ استعطرت فمرت علی قوم لیجد وامن ریحھا فھی زانیۃ(۵۹)

ترجمہ)جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے تاکہ اس کی خوشبو ان تک پہنچے وہ زانیہ ہے

زیب و زینت میں ایسا غلو جس سے اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں تبدیلی واقع ہو اسلام کے نزدیک ممنوع ہے :

عن ابن عباسؓ قال لعنت الواصلۃ والمستوصلۃ والنامصۃ والمتنمصۃ والواشمۃ والمستوشمۃ من غیرداء(۶۰)

ترجمہ)ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ بال ملانے والی عورت' ملانے کا حکم دینے والی عورت' بال چننے والی بال چنوانے والی گودنے والی اور گدوانے والی بغیر بیماری کے لعنت کی گئی ہے۔

اسلام نے ایک مسلم خاتون کا جو لباس مقرر کیا ہے وہ یہی ہے کہ اس سے جسم کی ستر پوشی ہو۔ لباس ایسا چست نہ ہو کہ جسم کے نشیب و فراز نمایاں ہو جائیں جیسا کہ مغربی تہذیب کا لباس ہے اس تہذیب کے زیر اثر فیشن اختراع کرنے والے اس انداز سے کپڑوں کی وضع قطع کرتے ہیں کہ پستان' کمر اور سرین جیسے اعضائے جسم نمایاں ہو جاتے ہیں اور اس طرز پر سلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس سے جذبات میں ہیجان اور سفلی خواہشات میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔

آرائش وزیبائش کے متعلق بھی اسلام نے عورت کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ اپنے شوہر کی رغبت کے لئے اسلامی دائرے کے اندر رہ کر اپنے آپ کو حسین بنائے اور سنوارے لیکن ایسی زیب وزینت منع ہے جس سے قدرتی ساخت میں تغیر واقع ہو۔ پھر جب عورت گھر سے باہر ضرورت پڑنے پر نکلے تو پردہ میں نکلے اور نگاہ نیچی رکھے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن(۶۱)

ترجمہ)اے نبی! ایمان والی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنا ستر چھپائیں اور اپنا سنگار نہ دکھائیں مگر جو فطرتاً کھلا رہتا ہے۔ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنا بناؤ سنگار سوائے اپنے خاوندوں کے کسی کو نہ دکھائیں۔

عورتوں کو بلا ضرورت نامحرم مردوں سے گفتگو نہ کرنی چاہئے لیکن جب ضرورت پڑے تو بات اور لہجہ میں ایسی نزاکت نہ پیدا کی جائے کہ سننے والے کے دل میں بدی کا خیال پیدا ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفاً(۶۲)

ترجمہ)اے نبی کی بیبیوں دبی زبان سے بات نہ کرو ایسا کرو گی تو وہ شخص جس کے دل میں مرض ہو گا وہ خدا جانے تمہارے متعلق کیا خیال رکھے اور بات کرو تو معقول بے لاگ۔

قرآن وحدیث کے یہ وہ احکام ہیں جن سے ایک مسلم خاتون کے لباس، اس کی آرائش وزیبائش اور گھر سے باہر نکلنے کے متعلق رہنمائی ملتی ہے اور ان ہی چیزوں سے اسلامی معاشرے کی پہچان کی جا سکتی ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ خواتین تنگ اور چُست لباس زیب تن کیے، بناؤ سنگھار ایسا جس سے فطرتی حسن مسخ، گفتار اور چال ڈھال ایسی جس سے جزبات مشتعل ہوں گلیوں اور بازاروں میں گھوم پھر رہی ہیں، سکولوں، کالجوں یونیورسٹوں، کارخانوں، فیکٹریوں، ہسپتالوں، دفتری اداروں اور دوسرے شعبوں میں اکٹھے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں آزادانہ گھوم پھر رہی ہیں جس سے دن بدن معاشرتی برائیوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور اپنی من پسند شادیوں کا رواج زور پکڑ رہا ہے۔

علاوہ ازیں رقص وموسیقی کی مخلوط محفلیں جن میں فحش گانے اور حیا سوز ایکٹنگ، ٹیلی ویژن، سینما، فلم اور تھیٹر جہاں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط سفلی و شہوانی جذبات کو اُبھارنے اور

معاشرے کو بگاڑنے کا سبب بن رہے ہیں۔

اسلامی ریاست کی صحافت اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ کی اولین ذمہ داری تو یہ ہے کہ وہ اسلامی ثقافت کو فروغ دینے کے لئے جدوجہد کرے اور مغربی ثقافت کی یلغار کو روکے۔ صحافی حضرات ایک مسلمان خاتون کے لباس اور بناؤ سنگھار کی حدود و قیود اور مردوں کے ساتھ اُن کا آزادانہ اختلاط سے متعلق اسلام کا نقطہ نظر پوری جامعیت کے ساتھ اس طرح پیش کریں جس سے رائے عامہ اس قومی خطرے سے آگاہ ہو جائے اور معاشرہ اصلاح پزیر ہو جائے لیکن اس کام کے لئے خلوص اور احساس ذمہ داری کا ہونا ضروری ہے۔ اسی خلوص اور ذمہ داری کا یہ نتیجہ تھا کہ سردار انبیاء ﷺ نے اپنی مخلصانہ کوششوں سے اسلامی ثقافت کو تمام ثقافتوں پر غالب کر دیا۔ جس کو قرآن نے یوں بیان فرمایا :

هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین كله ولو كره المشركون۔ (٦٣)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

اسلامی قوانین کی افادیت سے عوام کی آگاہی : معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والے چند جرائم کے سدباب کے لئے کچھ سزائیں اور قوانین قرآن و حدیث میں مزکورہ ہیں جبکہ باقی جرائم کی سزائیں اسلامی حکومت کے صوابدیدی اختیارات میں دی گئی ہیں۔ معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والا سب سے بڑا جرم قتل ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے قتل کو بدترین گناہ قرار دیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے :

'جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کی سزا جہنم ہے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس پر غضب ہو گا اور اس پر لعنت ہوگی اللہ نے اس کے لئے بڑا دردناک عذاب تیار کیا ہے'۔ (٦٤)

معاشرے میں بگاڑ اور فساد پیدا کرنے والی دوسری چیز بغاوت، لوٹ مار اور ڈاکہ ہے اسلام نے ان کی لئے بھی سخت سزاہیں مقرر کی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

"ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں بس یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جاہیں یا ان کے ہاتھ پاؤں آمنے سامنے کے کاٹ دیے جاہیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے (٦٥)

چوری بھی معاشرے میں فساد کا سبب ہے اس وجہ سے قرآن مجید نے چوری کی یہ سزا مقرر کی ہے :

"اور جو چور مرد اور چور عورت ہوان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ اس کی سزا ہے جو انہوں نے کیا ہے۔ اللہ تعالی کی طرف سے عبر تناک سزا ہے" (۶۶)

زنا معاشرے کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے اس وجہ سے قرآن مجید نے زنا کی سزا یہ مقرر فرمائی ہے۔

"زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد کے لئے حکم یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو کوڑے لگاؤ اور ان پر مہربانی تمہیں اللہ کے حکم کی تعمیل سے نہ روکے اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہو ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو" (۶۷)

معاشرہ میں شراب نوشی بھی بگاڑ کا سبب بنتی ہے اگرچہ قرآن مجید میں شراب نوشی کی سزا کا ذکر نہیں لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں شرابی کی پٹائی کی جاتی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت اور حضرت عمر فاروقؓ کے ابتدائی دور میں شراب نوشی کی سزا چالیس کوڑے تھی بعد ازاں اسی کوڑوں پر اتفاق ہوا۔ بہتان تراشی بھی معاشرہ میں فساد کا موجب بنتی ہے۔ قرآن مجید نہ بہتان تراشی کی یہ سزا مقرر فرمائی "جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر ان پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو تم اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یاد رکھو کہ یہی لوگ بد کار ہیں"۔ (۶۸)

ان اسلامی سزاؤں اور قوانین کو دشمنان اسلام وقتاً فوقتاً وحشیانہ اور غیر انسانی قرار دے کر ناظرین کے اذہان میں اسلام کے خلاف نفرت، توہین اور تذلیل وتضحیک ابھارتے رہتے ہیں۔ اسلام پر اغیار کے اس جیسے حملوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ عامہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ **ان اسلامی قوانین کی تفہیم اور ترویج کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت دینے کا انتظام کریں اور عوام کو ان قوانین کی حکمتوں اور مصلحتوں سے آگاہ کریں۔** **بلکہ مناسب تو یہ ہے کہ اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اسلامی فقہ کے ماہرین مقالہ اور مذاکروں کے ذریعے ان اسلامی قوانین کے اغراض و مقاصد مدلل انداز میں بیان کریں تاکہ عوام ان کی افادیت سے آگاہ ہو سکیں۔**

سادگی اور خود انحصاری کی ترغیب: اسلام سادہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت دیتا ہے اور یہ بھی حکم دیتا ہے کہ ہر انسان اپنے اخراجات کو آمدن کی حد تک محدود کرے کیونکہ اخراجات آمدن سے آگے بڑھ جائیں تو پھر وہ ناجائز ذرائع سے مال ودولت حاصل کرنے کی دوڑ دھوپ شروع کر دیتا ہے۔ جس سے معاشرے میں کئی مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں جو پورے معاشرے یا سماج کو تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔ رشوت'

چوری، سودی لین دین اور جوا کا کاروبار شروع ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

یایہا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل(۶۹)

(ترجمہ) اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ۔

اسلام معتدل اور متوازن زندگی گزارنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواماً(۷۰)

ترجمہ) اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل بلکہ دونوں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة(۷۱)

ترجمہ) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خرچ میں میانہ روی آدھی معیشت ہے

قرآن و حدیث کے ان احکام سے واضح ہو جاتا ہے کہ اخراجات میں میانہ روی اختیار کر کے ایک بامقصد زندگی گزارنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ زندگی کے بھی کچھ مقاصد ہیں اور انسان کو ان مقاصد کی طرف توجہ کرنی چاہیئے نہ کہ اسے عیش و عشرت، لذت اندوزی اور تنعم میں منہمک ہو جانا چاہیے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے :

عن معاذ بن جبلؓ ان رسول اللہ ﷺ لما بعث بہ الی الیمن قال ایاک والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین(۷۲)

(ترجمہ) حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انھیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ خبردار عیش کوشی سے اجتناب کرنا کیونکہ اللہ کے بندے عیش کوش نہیں ہوتے۔

مملکت پاکستان کی صحافت اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ کی یہ اہم ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کو سادہ زندگی گزارنے کی تلقین و ترغیب کریں۔ کفایت شعاری کو اپنا شعار بنائیں اور عیش کوشی سے اجتناب کریں۔ خود انحصاری کو اپنا کر اپنے مصارف میں تخفیف کرنے کا پابند بنائیں۔

حکومت پر نگرانی : جدید دور میں صحافت جمہوریت کا چوتھا ستون شمار کیا جاتا ہے۔ جس طرح جمہوریت میں ہر شہری کو حکومت کی نگرانی کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اسی طرح اسلامی ریاست میں ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حکومت کی کارکردگی پر جائز تنقید کر کے اُسے راہ راست پر لائے۔ اسلام جہاں ایک شہری کو حکومت پر تعمیری تنقید کرنے کا حق دیتا ہے تو پھر اسلامی ریاست کی صحافت اور دیگر

ذرائع ابلاغ بدرجہ اولیٰ تنقید کا حق رکھتے ہیں للذا صحافت کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ صاحبان اقتدار و اختیار کی ان کے فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں کڑی نگرانی کریں اور درست کاموں پر ان کی حوصلہ افزائی کریں اور غلط اموں پر ان کو روکیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

وتعاونو علی البر والتقویٰ ولا تعاونو ا علی الاثم والعدوان:(۷۳)

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ان سے تعاون کرو گناہ اور ظلم پر ان کی مدد نہ کرو۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

انہ ستکون بعدی امرآ ء من صد قھم بکذ بھم واعا نھم علیٰ ظلمھم فلیس منی ولست منہ۔(۷۴)

دیکھو میرے بعد کچھ لوگ حکمران ہونے والے ہیں جو ان کے جھوٹ میں ان کی تائید کرنے اور ان کے ظلم میں ان کی مدد کرے وہ مجھ سے نہیں اور مَیں اس سے نہیں۔

قرآن و حدیث کے یہ احکام اہل صحافت کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں صحیح رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ صحافتی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں اسلام کے ان اصولوں کو اپنا کر صحافی حکمرانوں کو عوام کا حقیقی خادم بن کر دین و دنیا میں فوز و فلاح سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

امر بل معروف و نہی عن المنکر کے فریضے کی انجام دہی : اسلام ایک حسین و جمیل مذہب ہے اور وہ ایک حسین و جمیل، لطیف و نظیف اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں لاتا ہے۔ اسی لئے وہ معاشرے کو پاک اور صاف ستھرا رکھنے کے لئے ایک ضابطہ اخلاق مقرر کرتا ہے ان اخلاقی تعلیمات سے کسی کو بھی سر مو تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ صرف اس ضابطہ اخلاق کو خود اپنانا ہی لازمی قرار نہیں دیتا بلکہ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ جو شخص اس سے انحراف کرنے کی طرف مائل ہو اس کو روکا جائے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ساتھ ہی معاشرہ میں حسن و نظافت اور نظم و ضبط پیدا ہو سکتا ہے اور اس کے بغیر معاشرہ میں فساد و بگاڑ اوت تنزل و ادبار واقع ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تا مرون بالمعروف و تنھون عن المنکر۔(۷۵)

(ترجمہ) تم سب سے اچھی امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔

ولتکن منکم امۃ ----- وینھون عن المنکر(۷۶)

(ترجمہ)اور چاہیئے کے تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔

قرآن مجید کے ان احکام کا مقصدوحید ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جو کامل صالح ہو اور ہر لحاظ سے حسین اور جنت نظیر ہو۔ اسلام ایسے مثالی معاشرے کے قیام کے لئے امر بلمعروف و نہی عن المنکر کو لازم قرار دیتا ہے۔ اور اس کی لزوم ہر سطح پر کرتا ہے۔ ایک اسلامی ریاست بذات خود، اس کے تمام ادارے اور شعبے، معاشرے کے تمام افراد اور گروہ اپنی اپنی جگہ اور حیثیت کے لحاظ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی پر مامور ہیں چنانچہ اس حیثیت سے اسلامی ریاست کے اہل صحافت کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مثالی معاشرے کے قیام کے لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی کریں۔ معاشرے میں جہاں کہیں کوئی خرابی سر اٹھائے یا کوئی فساد و بگاڑ کا ظہور ہو اس فساد و بگار کو روکیں اور اس کا تدارک کریں۔

معروف و منکر قرآن و حدیث کی اصطلاح ہے جس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی پوری وضاحت کردی جائے۔ امام راغب اصفہانیؒ معروف کی تشریح کرنے ہوئے لکھتے ہیں :

المعروف اسم لکل فعل یعرف با لعقل او الشرع حسنه و المنکر ما ینکر بهما۔ (۷۷)

(ترجمہ) معرف ہر اس عمل کا نام ہے جس کی خوبی عقل سے معلوم کی جائے یا شریعت جسے اچھا کہے اور منکروہ ہے جسے عقل اور شریعت ناپسند کرتے ہوں۔

پھر امام موصوف منکر کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

المنکرکل فعل تحکم العقول الصحیحته بقنحه او تتوقف فی استقباحه واستحسانه العقول فتحکم بقنحه الشریعة(۷۸)

(ترجمہ) منکروہ ہے جسے عقل صحیح برا کہے یا جس کے اچھا یا برا ہونے کا عقل فیصلہ نہ کر سکے اور شریعت اس کی قباحت کا فیصلہ کردے۔

قرآن حکیم میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ذکر کافی مقامات پر کیا گیا ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ معاشرے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے افراد معاشرہ برابر سرگرم عمل رہیں اگر اس میں معمولی کوتاہی بھی کی گئی تو پورا معاشرہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔

قرآن مجید کے بعد چند احادیث بیان کی جاتی ہیں تاکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت

واضح کی جاسکے۔ حضرت حذیفہؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیده لتامرن بالمعروف والتنهون عن المنکر او لیو شکن اللہان یبعث علیکم عذاباً من عنده ثم التدعند ولا یستجاب لکم(۷۹)

(ترجمہ) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور معروف کا حکم دو گے اور منکر سے روکو گے یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے پھر تم دعا مانگو گے اور وہ قبول نہ ہو گی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من راوی منکم منکر فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطغ فبقلبه وذالک اضعف الایمان(۸۰)

(ترجمہ) جو شخص تم میں سے کوئی خلاف شرع امر دیکھے اس کو ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اس کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں:

قال العلماء الامر بالمعروف بالید علی الامراء وباللسان علی العلماء وبالقلب علی الضعفاء یعنی عوام الناس(۸۱)

(ترجمہ) علماء نے کہا ہے کہ امر بالمعروف کا فرض قوت کے ذریعہ انجام دینا حکام کی، زبان کے ذریعے انجام دینا علماء کی اور دل کے ذریعے انجام دینا کمزوروں یعنی عوام کی ذمہ داری ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کے فقہاء کرام نے بھی امر بالمعروف کے متعلق یہی کچھ لکھا ہے:

"یعنی بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ ہاتھ سے امر بالمعروف کرنا امراء پر واجب ہے اور زبان سے علماء پر واجب ہے اور دل سے امر بالمعروف یعنی دل سے برا جاننا عوام پر واجب ہے۔(۸۲)

قرآن و حدیث اور فقہائے کرام کی ان تصریحات سے واضح یہ ہوا کہ اسلامی معاشرے میں ہر مسلمان کا مختلف صورتوں میں معروف و منکر کے لئے مصروف عمل رہنا بہت ضروری ہے جس کے نتیجے میں یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اسلامی ریاست میں صحافت اور دیگر ذرائع ابلاغ کا اولین فریضہ معروف کو پھیلانا اور منکر کو مٹانا ہے۔

معاشرے سے ظلم و تعدی اور استحصال کو ختم کرنا: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس معاشرے اور ملک میں ظلم بڑھ جائے اور اس کی روک تھام کے لےء قانون حرکت میں نہ آئے تو وہ

معاشرہ اور ملک تباہ وبرباد ہو جاتا ہے۔ معاشرے سے ظلم وتعدی اور استحصال کا خاتمہ کرنا اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ پھر اسلام مظلوم کو ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کی اجازت بھی دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم(۸۳)

(ترجمہ)اللہ بری بات کے مشہور کرنے کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔

معاشرے سے ظلم وتعدی کا انسداد بنیادی طور پر اسلامی ریاست کے ذمہ ہے لیکن بسااوقات ایک شہری پر دوسرے شہریوں کی طرف سے ظلم ڈھایا جاتا ہے اور بعض اوقات حکومت خود شہریوں پر ظلم وتعدی کی مرتکب ہو جاتی ہے ایسے نازک اور کٹھن موقع پر ظلم وتعدی اور استحصال کا انسداد اہل صحافت اور ذرائع ابلاغ عامہ کے فرائض منصبی میں شامل ہو جاتا ہے۔ ظالم کو ظلم سے روکنا اور مظلوم کو ظالم سے اپنا حق دلانا ایک مشکل اور دشوار مرحلہ ہوتا ہے لیکن اہل صحافت اپنی تحریر وتقریر کی قوت سے ظالم کی سرکوبی کر کے مظلوم کے مفاد کے محافظ بن جاتے ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے :

ان الناس اذا راوالظالم فلم یاخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقابہ(۸۴)

(ترجمہ)لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے اللہ اپنا عام عذاب ان پر نازل کردے۔

نبی اکرم ﷺ نے ظلم کے انسداد کی تمثیل بڑے دلچسپ انداز میں بیان فرمائی ہے :

عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ انصر اخاک ظالماً اومظلوماً فقال رجل یا رسول اللہ انصرہ اذاکان مظلوما افرایت اذاکان ظالما کیف الفرہ ؟ فقال تحجزہ او تمنعہ من الظلم فان ذالک نصرہ ۔(۸۵)

(ترجمہ)حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں تو جب کوئی مظلوم ہوتا ہے اس کی مدد کرتا ہوں لیکن جب کوئی شخص ظالم ہو تو فرمایئے کہ میں اسکی کس طرح مدد کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس کو ظلم کرنے سے روک دے یہی اس کی مدد ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ایک اور فرمان مبارک ہے :

خیرکم المدافع عن عشیر تہ مالم یاثم(۸۶)

(ترجمہ) تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی قوم سے ظلم کو دفع کرے جب تک گناہ گار نہ ہو۔

اسلامی صحافت اور ابلاغ عامہ کے ذرائع عوام کے حقوق کے محافظ اور نگہبان ہوتے ہیں جب ان کے حقوق پر ظالم ڈاکہ ڈالتے ہیں تو اہل صحافت کی قلم اور زبان جنبش میں آجاتی ہے۔ ان کی تحریر و تقریر کا سلسلہ اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک ظالم اپنے انجام تک نہیں پہنچ جاتا اور مظلوم اپنا حق وصول کر کے اطمینان سے نہیں بیٹھ جاتا۔ لیکن اگر اہل صحافت اپنے اس فرض سے لاپرواہی برتنے لگیں تو پھر عذاب الٰہی ان کا مقدر بنے گا۔

یہاں پر اس بات کی وضاحت کرنا بھی موزوں ہوگی کہ ایک اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرنا اور ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ازالہ کرنا' بلا امتیاز مذہب و نسل اہل صحافت اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ کے اہل کاروں کی ذمہ داری ہے۔ جس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے جب حضور اکرم ﷺ سے یہ سوال کیا گیا:

مالعصبیة قال ان تعین قومک علی الظلم (۸۷)

(ترجمہ) عصبت کیا ہے فرمایا ظلم پر تو اپنی قوم کی مدد کرے۔

اسلام میں عصبیت کی ممانعت کے پیش نظر اقلیتوں کے حقوق کا تصور واضح ہو جاتا ہے۔

فحاشی و عریانی کا سد باب: اسلام عفت و عصمت والا دین ہے وہ ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ قائم کرتا ہے اس معاشرے کے ہر فرد کے اعمال وافکار اور سوچ بچار میں ایسی پاکیزگی ہو کہ فحاشی و بے حیائی کو داخل ہونے کا راستہ بھی نہ مل سکے۔ فحاشی و بے حیائی کے پھیلنے سے پورا معاشرہ تباہی و بربادی اور تنزل وانحطاط کا شکار ہوتا ہے اس لئے اسلام نے فحاشی کو حرام قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

قل انما حرم ربی الفواحش ماظهر منها ومابطن (۸۸)

(ترجمہ) اے نبی ﷺ آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہوں اور جو پوشیدہ ہوں حرام قرار دیا ہے۔

اسلام نے فحاشی کو حرام قرار دے کر پورے معاشرے کو خیالات واحساسات اور جذبات کو پاکیزہ رکھنے کی خاطر نشر واشاعت کے ذرائع کو تنبیہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة والله یعلم وانتم لا تعلمون (۸۹)

(ترجمہ) جو لوگ ایمان والوں میں فحاشی پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں :

"کسی پر لگائے ہوئے الزام کی بلا تحقیق تشہیر کرنا اور برائیوں اور فواحش کے خلاف نفرت کی جو دیوار اسلام نے قائم کر دی ہے اس میں رخنہ اندوزی کی قولاً فعلاً کوشش کرنا' ایسی کتابیں لکھنا جن سے شہوانی جذبات میں تحریک ہو' ایسے گانے 'ایسی تصاویر' ایسے ڈرامے' ایسی فلمیں جن سے نوجوانوں میں شرم و حیاء کا جذبہ کمزور ہو تا جائے۔ سب اس میں شامل ہیں۔ وہ لوگ جو محض دولت کمانے کے لئے ایسی فلمیں بناتے ہیں۔ بڑھ چڑھ کر حیاسوز مناظر پیش کرتے ہیں۔ ایسے اشتہارات جن میں جنسی عریانیت سے جاذبیت اور کشش پیدا کی جاتی ہے۔ ایسا لٹریچر جس کی مقبولیت کا انحصار ہی شہوانی محرکات پر ہے۔ مانا کہ وقتی طور اس کی آمدنی میں بے پایاں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن اس سے جو نقصان ہو گا اس سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ جب قوم کا اخلاق بگڑ جائے گا جب شرم و حیاء کی چادر تار تار ہو جائے گی۔ بے حیاء اور ہوسناک نگاہیں اس کی دولت عصمت لوٹنے میں بھی کوئی تامل محسوس نہیں کریں گی۔ قوم کے اصلاح یافتہ ہونے کی برکات سے جس طرح ہر فرد مستفید ہوتا ہے اسی طرح اس کے اخلاق باختہ ہونے سے ہر فرد کو حصہ رسدی مل کر ہی رہتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس دروازہ کو بند کر دیا جس سے فسق و فجور کا سیلاب امنڈ سکتا ہے"(۹۰)

قرآن مجید کی ان آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے ذرائع ابلاغ کا اہم فریضہ سچائی اور اچھائی کا پھیلانا اور علم و حکمت کا عام کرنا ہے نہ کہ فحاشی و بے حیائی یا غیر اسلامی تہذیبوں اور ثقافتوں کا پروان چڑھانا۔ اس لئے ضروری ہے کہ **پاکستانی ذرائع ابلاغ** اپنے اس کردار کو پورا کریں۔ **قرآن** مجید میں ارشاد ہے :

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتای ذی **القربی** وینھی عن **الفحشاء والمنکر** والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔(۹۱)

(ترجمہ) بے شک اللہ عدل' احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ عدل' احسان اور صلہ رحمی تین بھلائیوں کا حکم فرما کر تین برائیوں یعنی

فحاشی منکر اور بغی سے روکتا ہے کیونکہ ان تینوں برائیوں سے پورا معاشرہ تباہ و برباد ہوتا ہے۔ اسلام کے نزدیک فحاشی پھیلانا تو دور کی بات ہے وہ تو اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ بدکاری کی وارداتوں سے متعلق خبروں کو اس انداز سے شائع اور نشر کیا جائے کہ بیمار ذہن کے لوگ ان میں لذت محسوس کرنے لگیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارا معاشرہ فحاشی و عریانی کے جس سیلاب میں ڈوبتا نظر آرہا ہے اس میں ذرائع ابلاغ عامہ کا بڑا کردار ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اگر ہم ذرائع ابلاغ عامہ کا جائزہ لیں تو ان کی کارکردگی ان احکامات وہدایات کے بالکل برعکس ہے۔ ذرائع ابلاغ نے معاشرے کی اصلاح کی بجائے بگاڑ کی سمت میں اپنا سفر جاری کیا ہوا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اخبارات ورسائل نے فحاشی و عریانی کو پھیلانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ فلمی اشتہارات میں ایسی ایسی تصاویر چھپتی ہیں جن میں عورتوں کے پوشیدہ حصوں کو خصوصی طور پر نمایاں کیا جاتا ہے۔ بعض جرائد ورسائل ایسے بھی ہیں جنھوں نے عریاں اور نیم عریاں اور جنسی ناولوں کی اشاعت کو نفع بخش ذریعہ تجارت بنا رکھا ہے۔ ٹیلی ویژن پر عورتوں کو غیر شرعی طریقے سے دکھایا جارہا ہے۔ عورت کو ستر وحجاب کی حدود وقیود کے تحت ٹیلی ویژن پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ مجرے اور مخلوط محفلیں اسلام کے چادر اور چار دیواری کے نظریے کے منافی ہیں۔ کاروباری لوگ اپنی تجارت اور مصنوعات کو مقبول بنانے کی لئے اشتہار بازی میں جن انسانی خواہشات کو استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان میں جنس اور حسن کی خواہش اور طلب سر فہرست ہے۔ اس غرض کے لئے صرف تحریر ہی میں جاذبیت نہیں پیدا کی جاتی عریاں اور فحش تصاویر کا بھی سہارا لیا جاتا ہے۔ ان اشتہار بازوں نے عورت کو پیسے کمانے کا ایک حربہ سمجھ لیا ہے۔ دنیا کی کسی چیز کا اشتہار عورت کی تصویر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہمارے معاشرے کی خواتین فیشن میں غرق ہو کر اپنی نیم عریاں تصاویر بنوانے اور اخبارات میں چھپوانے کو فخر محسوس کرتی ہیں۔ اس صورت حال کا اندازہ لگانت کے لئے ہمیں نبی اکرم ﷺ کی ان دو حدیثوں پر نظر ڈال لینا ہی کافی ہے:

عن ابی ہریرہؓ عن النبی ﷺ ان اللہ کتب علیٰ ابن اٰدم حظہ من الزنا ادرک ذلک لا محالۃ فزنا العینین النظر و زنا اللسان المنطق والنفس تمنیٰ وتشتھی والفرج یصدق ذلک ویکذبہ۔(۹۲)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جتنا حصہ زنا کا ہر شخص کے حصے میں لکھ دیا ہے وہ اس کو ضرور پائے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے (غیر محرم کو شہوت کی نظر سے) اور زبان

کا زنا بولنا ہے (غیر محرم سے شہوت کی باتیں کرنا) اور نفس میں جماع کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد مبارک ہے۔

والید ان تزنیان فزنا هما البطش وارجلان تزنیان فزنا هما المشئی والفم یزنی فزناه القبل۔(۹۳)

(ترجمہ) اور ہاتھ زنا کرتے ہیں ان کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں ان کا زنا چلنا ہے اومُنہ زنا کرتا ہے اس کا زنا بوسا لینا ہے۔

ٹیلی ویژن سے گانا، موسیقی اور ڈراموں کی نشریات : ٹیلی ویژن ' ریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ پر اکثر رقص اور گانے بجانے کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ کو ایسے پروگرام نشر کرنا زیب نہیں دیتا۔ حدیث نبوی ﷺ ہے :

عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ الغنا ء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع(۹۴)

(ترجمہ) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا گانا بجانا دل میں اسی طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سے کھیتی پروان چڑھتی ہے۔

گانے بجانے کو اسلام نے مباح قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ فحش ' بد کلامی یا گناہ پر ابھارنے والی باتوں پر مشتمل نہ ہوں اگر اس کے ساتھ ایسی موسیقی ہو جس سے جذبات برانگیختہ نہ ہوتے ہوں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں(۹۵)

فتاوی عالمگیری میں گانے بجانے کے متعلق جو صراحت ملتی ہے وہ کچھ یوں ہے :

> "بعض نے فرمایا کہ غناء مطلقاً حرام ہے اور اس کی طرف کان لگانا معصیت ہے اور اسی کو شیخ الاسلام نے اختیار کیا ہے اور اگر اچانک سن لیا تو اس میں گناہ نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر اس غرض سے گاوے کہ اس سے قافیہ و فصاحت سمجھ جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اگر تنہا ہو اور دفع وحشت کے گاوے تو جائز ہے مگر بطریق لہو کے نہ ہو اور اسی کی طرف شمس الآئمہ سرخسی نے میل کیا ہے۔(۹۶)

جہاں تک ڈرامے کا مسئلہ ہے شرعی لحاظ سے مردوں اور عورتوں کا اختلاط ممنوع ہے۔ ایسے ڈرامے جن میں یہ اختلاط نہ ہوں جائز ہیں اگر ان سے دین کی ترویج مقصود ہو اور غیر شرعی معاملات نہ

ہوں ان حب الوطنی کا جذبہ پیدا کرنے والے ڈرامے جائز ہیں۔اسلام میں خواتین کو اجازت نہیں کہ وہ بے پردہ سکرین پر آئیں۔یہ ممنوع ہے اسی طرح دیگر ابلاغ عامہ پر بھی یہی قیود لاگو ہوتے ہیں۔(۹۷)

جنس و جرائم کی تشہیر سے اجتناب : ہمارے ملک کے اکثر اخبارات اپنی آمدن بڑھانے کی خاطر جنسی واقعات اور جرائم کی خبروں کو اس انداز سے نشر کرتے ہیں جس سے عام قارئین کے سفلی اور شہوانی جذبات بھڑک اٹھتے ہیں اور یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ جنس و جرائم کی تشہیر سے ان واقعات میں اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔اسی لئے اسلام یہ چاہتا ہے کہ جنس و جرائم سے متعلق واقعات کی تشہیر نہ کی جائے البتہ جرم کے ثبوت کے لئے گواہ موجود ہوں تو ایسے مقدمات کو عدالت میں لے جاکر ثابت کی جائے تاکہ مجرموں کو عبرتناک سزا دی جائے۔

فلمی تصویریں اور اشتہارات : سینما گھروں میں دکھائی جانے والی فلموں اور ان کے اشتہارات کی تصویریں جو اخبارات و رسائل میں شائع کی جاتی ہیں۔نوجوانوں کے شہوانی اور سفلی جذبات کو ابھارنے اور فحاشی و عریانی پھیلانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔تصویر کے جواز اور عدم جواز پر حتمی فیصلہ کرنا ایک الگ مسئلہ ہے اور ہم اس مسئلہ سے قطع نظر کر کے اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں سینما گھروں کے اندر دکھائی جانے والی فلمیں کس نوعیت کی ہیں۔علامہ یوسف القرضاوی کے نزدیک سینما فی نفسہ کوئی حرج کی چیز نہیں بلکہ اس کا حکم اس بات پر موقوف ہے کہ اس کو کس مقصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔اس لئے ہماری رائے میں سینما حلال اور طیب ہے بلکہ درج ذیل شرائط کی تکمیل کی صورت میں پسندیدہ اور مطلوب بھی ہو سکتا ہے۔

اولاً : وہ مقاصد جن کی نمائش کی جاتی ہے بے حیائی اور فسق سے پاک ہوں نیز یہ مقاصد اسلام کے عقائد، شریعت اور اس کے آداب کے منافی نہ ہوں اگر پیش کی جانیوالی کہانیاں سفلی جذبات کو ابھارنے والی یا گناہ کی ترغیب دینے والی یا جرم پر امادہ کرنے والی یا غلط افکار کی اشاعت کرنے والی یا باطل عقائد کی ترویج کرنے والی ہوں تو ایسی فلمیں حرام ہوں گی کسی مسلمان کے لئے جائز نہ ہوگا کہ ان کو دیکھے یا ان کی ترغیب دے۔

ثانیاً۔کسی دینی یا دنیاوی ذمہ داری سے غفلت نہ برتی جائے خاص طور سے پنج وقتہ نماز کا خیال رکھا جائے جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ثالثاً۔ سینما جانے والے کو چاہئے کہ اجنبی عورتوں کے ساتھ اختلاط سے اجتناب کرے تاکہ فتنہ اور شبہات سے اپنا دامن بچا سکے خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ وہ تاریکی کے پردہ میں پکچر دیکھ رہا ہو۔(۹۸)

وہ فلمی تصویریں جو اخبارات ورسائل میں شائع کی جاتی ہیں اور اخبار کے ہر پڑھنے والے کی نظر سے گزرتی ہیں نوجوان عمر کے افراد کی شہوات نفسانی کو برانگیختہ کرنے والی ہیں۔ ایسی تصاویر کی موجودگی فحاشی وعریانی کا سبب بنتی ہیں۔

معاشرے کو سماجی برائیوں سے پاک کرنا : آج مملکت پاکستان وجود میں آئے ہوئے تقریباً نصف صدی ہو گزری ہے لیکن اب بھی آزادی کی نعمت سے پوری طرح مستفید نہیں ہو رہے ہیں کیونکہ یہ ملک لاالہ الااللہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا لیکن بدقسمتی سے ابھی تک اس میں اسلامی نظام رائج نہیں کیا گیا جس سے یہ ملک گوناگوں مصائب وآلام میں مبتلا ہو چکا ہے۔ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں بے شمار برائیاں فروغ پا چکی ہیں جو معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ معاشرتی اور سماجی برائیاں لامحدود تعداد میں اتنی عروج پا چکی ہیں جن کو بے باک اور نڈر صحافی اپنے جذبہ ایمانی کے زور سے نیست ونابود کر سکتے ہیں۔ ان سماجی برائیوں کی طویل فہرست ہے لیکن یہاں پر صرف چند کا ذکر کیا جائے گا۔

سفارش اور رشوت کا انسداد : ہمارا معاشرہ سفارش اور رشوت جیسی خطرناک برائیوں میں اتنا پھنس چکا ہے کہ خلاصی کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ ہمارے معاشرے میں دراصل سفارش کو اپنے اصلی مفہوم کی بجائے الٹے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اقرباء پروری' عدل وانصاف کے فقدان اور اہلیت وصلاحیت کے فقدان نے معاشرے کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

من یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منها۔ ومن یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها وکان الله علی کل شئی مقیتاً(۹۹)

(ترجمہ) جو بھلائی کی سفارش کریگا وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کریگا وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔

سفارش کے ساتھ ساتھ رشوت کی لعنت بھی اپنے پنجے مضبوطی سے گاڑھ چکی ہے۔ لوگوں کے دلوں مین جب تک خوف خدا پیدا نہ ہو اس لعنت سے چھٹکارا پانا مشکل ہے۔ قرآن مجید میں اس کی ممانعت کے متعلق ارشاد ہے :

ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل وتدلوبها الى الحكام لتاكلوا فريقاً من اموال لناس بالاثم وانتم تعلمون(۱۰۰)

(ترجمہ)اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناور طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لئے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔

عن ابی ہریرۃؓ قال لعن رسول اللہ ﷺ الراشی والمرتشی فی الحکم(۱۰۱)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کرنے میں رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

ناجائز سفارش اور رشوت کے انسداد کے لئے ذرائع ابلاغ عامہ عوام کو ان کے دینی و دنیاوی نقصانات کے بارے میں جید علماء کرام کی تقاریر اور مذاکروں کے ذریعے آگاہ کریں اور ان برائیوں کے خلاف رائے عامہ بیدار کریں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر باقاعدگی سے رشوت اور سفارش کی ممانعت کے اسلامی احکام نشر کیے جائیں تاکہ ان برائیوں کے خلاف عوام میں نفرت پیدا ہو۔ ان برائیوں کے انسداد کے لئے عوام میں خوف خدا اور یوم آخرت کے حساب سے ڈرایا جائے۔

شراب اور دوسری منشیات سے نجات : شراب اور دوسری منشیات ہمارے معاشرے میں اس قدر رواج پذیر ہو چکی ہیں کہ قومی دولت کے کروڑوں روپے ضائع ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی قیمتی جانیں بھی لقمہ اجل بن رہی ہیں علاوہ ازیں ان منشیات سے شریف شہریوں کا امن و سکون سے زندگی بسر کرنا بھی دشوار ہو گیا ہے۔ قرآن مجید میں شراب کی ممانعت کا حکم یوں بیان کیا گیا ہے :

یایها الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون(۱۰۲)

(ترجمہ) اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور جواء اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہو گی۔

خمر ہر اس نشہ آور شے کو کہتے ہیں جو عقل پر غالب آکر اس کو ڈھانپ لے۔ ایسی تمام نشہ آور چیزیں جو مدہوش کر دیں۔ مثلاً حشیش، افیون، بھنگ، گانجا، کوکائین، مارفین اور ہیروئن شراب کی طرح حرام ہیں کیونکہ یہ تمام عقل کو ڈھانپ لیتی ہیں۔

فقہاء کرامؒ نے اختلاف زمانہ کے باوجود مذکورہ بالا انواع نشہ آور کو حرمت کے اعتبار سے خمر کے حکم کے تحت اس حدیث نبوی ﷺ کے بموجب شمار کیا ہے :

کل شراب اسکر فھو حرام(۱۰۳)

(ترجمہ) ہر وہ مشروب جو نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ایک اور فرمان مبارک ہے :

کل مسکر خمر وکل مسکر حرام(۱۰۴)

(ترجمہ) ہر نشہ آور شے خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

معاشرے کو شراب اور دوسری منشیات سے پاک رکھنے کی خاطر ذرائع لبلاغ عامہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام میں ان منشیات کے خلاف نفرت پیدا کریں اور ان کی حرمت کا احساس اجاگر کریں۔ قومی دولت اور قیمتی جانوں کے ضیاع کرنے کے نقصانات سے آگاہ کریں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ان منشیات کے مجرموں کو اخروی سزا کے دردناک عذاب سے ڈرا کر مفید اور وفادار شہری بنائیں۔

ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری : ہمارے معاشرے میں ذخیرہ اندوزی ایک معمول بن چکا ہے اور اسے برائی سمجھا ہی نہیں جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور رسد طلب کے مقابلے میں بہت کم ہو جاتی ہے تاجر لوگ اشیاء تجارت جمع کر کے رکھ دیتے ہیں تاکہ جب چیزیں بازار سے دستیاب نہ ہو سکیں تو شدید ضرورت مند لوگ منہ مانگے دام دے کر خریدنے کے لئے مجبور ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ذخیرہ اندوزی کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔

اسلامی ریاست کے ذرائع لبلاغ عامہ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ معاشرے کو اس سماجی برائی سے محفوظ رکھنے کے لئے اسلام کا نقطہ نظر عوام تک پہنچائیں۔ معاشیات اسلام کے ماہر اور تجربہ کار علماء کے افکار وخیالات ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے نشر کیے جائیں جن میں قرآن وحدیث کی نصوص کو بنیاد بنا کر عوام کو دولت کی حرص وہوس کا شکار نہ ہونے کی ترغیب ہو۔ ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری سے متعلق قرآن وحدیث کے زریں احکامات کا ابلاغ عوام تک کر دیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایسی معاشرہ سوز برائیوں کا قلع قمع نہ ہو جائے اور معاشرہ آسودہ حال نہ ہو جائے۔ نبی اکرم ﷺ کے اقوال زریں سے ذخیرہ اندوزوں کے دل کی دنیا ہی تبدیل ہو کر رہے گی :

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من احتکر طعاما اربعین یوما یرید بہ الغلاء فقد

بری من الله وبری الله منه(۱۰۵)

(ترجمہ)ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے گرانی کے خیال سے غلہ کو چالیس دن روکے رکھا اس نے خدا کے عہد کو توڑ ڈالا اور خدا بھی اس سے بیزار ہو گیا۔

حضور اکرم ﷺ کا ایک اور فرمان مبارک ہے :

لا یحتکر الا خاطئی(۱۰۶)

(ترجمہ)خطاکار ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔

طبّی وزرعی ادویات اور دوسری اشیائے صرف میں ملاوٹ کی روک تھام : ہمارے معاشرے میں ادویات اور روز مرہ استعمال کی چیزوں میں ملاوٹ روز مرہ کا معمول بن چکا ہے۔اس طرح ایک طرف تو اصلی اور معیاری چیزوں کا دستیاب ہونا مشکل ہو گیا ہے تو دوسری طرف دھوکہ دہی سے ان چیزوں کی قیمتیں بھی زیادہ وصول کر لی جاتی ہیں۔اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ عوام کو چیزوں میں ملاوٹ کرنے اور دھوکہ دینے کی برائی سے آگاہ کریں اور عوام کی تربیت اور ذہن سازی اس طرح کریں کہ پوار معاشرہ اس برائی سے محفوظ ہو جاے ٔ۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے :

من غشنا فلیس منا(۱۰۷)

(ترجمہ)جو شخص ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

دہشت گردی اور کلا شنکوف کلچر کا خاتمہ : ہمارے معاشرے میں دہشت گردی اور کلاشنکوف کلچر دن بدن فروغ پا رہا ہے۔ ہزاروں معصوم جانیں جن میں اکثریت بچوں اور عورتوں کی ہوتی ہے دہشت گردی کا شکار ہو جاتے ہیں۔کلا شنکوف کلچر نے شہریوں کا امن وسکون چھین رکھا ہے۔ ملک کو ہشت گردی اور کلا شنکوف کلچر سے محفوظ کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست کے ذرائع لبلاغ اور صحافت کا بھی یہ فریضہ ہے کہ وہ عوام کو اس کلچر سے محفوظ رکھنے کی خاطر اسلامی احکام اور تعلیمات سے روشناس کرائیں اور مؤثر انداز میں اس کا تدارک کریں۔ حدیث نبوی ﷺ ہے :

عن عبدالله بن عمرؓ ان النبی ﷺ قال من حمل علینا السلاح فلیس منا(۱۰۸)

(ترجمہ)حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ہم پر

ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔

قتل، ڈکیتی اور اغوا برائے تاوان کی وارداتوں کی حوصلہ شکنی : قتل، ڈکیتی اور اغواء برائے تاوان کی وارداتیں بھی ہماری سوسائٹی میں زور پکڑ چکی ہیں۔ ان وارداتوں کو پھیلانے میں زیادہ تر حصہ سینما گھروں میں دکھائی جانے والی فلموں اور ٹیلی ویژن پر نشر کیے جانے والے ڈراموں کا ہے۔ کیونکہ فلموں اور ڈراموں کا مرکزی رول ان ہی وارداتوں پر منتج ہوتا ہے۔ چنانچہ ذرائع ابلاغ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ فلموں اور ڈراموں میں ایسی قبیح وارداتوں کی حوصلہ شکنی کریں تاکہ ان وارداتوں کا وقوع نہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ نوجوان نسل کو شہریوں کی جان و مال کی حرمت کا درس دیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

من قتل نفسا بغير نفس او فساد في الارض فكانما قتل الناس جميعا(١٠٩)

(ترجمہ) اور جو کوئی کسی جان کو بغیر جان کے بدلہ کے قتل کرے یا زمین میں فساد کرے تو گویا اس نے سب لوگوں مار ڈالا۔

عن عبداللّٰه بن عمرو وعن النبي ﷺ قال لزوال الدنيا اهون عند اللّٰه من قتل رجل مسلم(١١٠)

(ترجمہ) سیدنا حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مقدس ہے دنیا کا تباہ ہو جانا اللہ کے نزدیک مسلمان کے ناحق قتل کرنے سے زیادہ حقیر ہے۔

مال کی حرمت کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے :

يايها الذين امنوا لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل(١١١)

(ترجمہ) اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔

معاشرے سے قتل، ڈکیتی اور اغوا برائے تاوان کی وارداتوں کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ مال و جان کی حرمت سے متعلق اسلامی احکام کی ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس طرح تشہیر کی جائے کہ عوام ان کو بخوبی سمجھ سکیں اور انسانی جان و مال کی قدر و منزلت سے آگاہ ہو سکیں۔

بھیک اور گداگری کی حوصلہ شکنی : بھیک مانگنا اور گداگری کی برائی بھی ہمارے معاشرے میں کافی حد تک عروج پا چکی ہے۔ یہ برائی معاشی لحاظ سے ہمارے لئے بہت بڑا خسارہ ہے۔ کیونکہ آبادی کی اکثریت جنہوں نے گداگری کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے ملکی معیشت کی تباہی و بربادی میں ان کا کافی عمل دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سوائے چند مخصوص صورتوں کے دوسرے آدمی سے سوال اور مانگنے کو

حرام قرار دیا ہے تاکہ تمام قوتیں ملک کے معاشی ارتقاء میں اپنی اپنی وسعت کی حد تک ہاتھ بٹائیں۔
چنانچہ صحافت اور دیگر ذرائع للباغ عامہ کا یہ فرض ہے کہ وہ ملک سے گداگری ختم کرنے کے لئے عوام میں اسلامی تعلیمات کا شعور اجاگر کریں اور گداگری سے نفرت دلا کر ملک کو معاشی لحاظ سے مضبوط اور طاقتور بنائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے گداگری کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عن الزبیر بن عوام عن النبی ﷺ قال لان یاخذ احدکم حبله فیاتی بحزمة حطب علی ظهره فیبیعها فیکف الله بها وجهه خیرله من ان یسال الناس اعطوه او منعوه(۱۱۲)

(ترجمہ) حضرت زبیر بن عوامؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص اپنی رسی لے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا پیٹھ پر لاد کر لائے اور ان کو بیچے اور اللہ تعالیٰ بھیک مانگنے کی ذلت سے اس کے چہرے کو بچائے تو یہ بہتر ہے اس بات سے کہ لوگوں سے بھیک مانگے اور وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔
حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المسائل کدوخ یکدخ بها الرجل وجهه فمن شاء ابقی علی وجهه ومن شاء ترک الا ان یسال الرجل ذاسلطان او فی امر لا یجد منه بدأ(۱۱۳)

(ترجمہ) بھیک مانگنا ایک قسم کی خراش ہے کہ آدمی بھیک مانگ کر اپنے منہ کو نوچتا ہے تو جو چاہے اپنے منہ پر اس خراش کو نمایاں کرے اور جو چاہے اس سے اپنا چہرہ محفوظ رکھے ہاں اگر آدمی صاحب سلطنت سے اپنا حق مانگے یا ایسے امر میں سوال کرے کہ اس سے چارہ کار نہ ہو تو جائز ہے۔

اس طرح کی معاشرتی اور سماجی برائیاں ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔
ان سماجی اور معاشرتی برائیوں کی روک تھام میں اسلامی صحافت زبردست کردار ادا کر سکتی ہے۔ کیونکہ اسلام سماج کے لئے صالح اصول فراہم کرتا ہے اور ایسے عوامل کا قلع قمع کرتا ہے جو اسے بگاڑ دیں۔
اسلامی معاشرہ اور سماج چونکہ فکری اور اخلاقی معاشرہ ہوتا ہے اس لئے وہ اپنے بنیادی اصولوں پر چلنے کا حکم دیتا ہے۔ صحافت اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ اسلامی تعلیمات کے دائرے میں رہ کر زیادہ سے زیادہ خدمت خلق اور ملک وملت کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں اور معاشرے میں پھیلی ہوئی سماجی برائیوں کے خلاف عوام کو بیدار کر کے ان کا مؤثر تدارک کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے صحیح اسلامی جذبہ پیدا کرنا ہوگا اور اسلامی صحافت کو اپنے پاکیزہ اصولوں کے ساتھ پورے خلوص دل سے رائج کرنا پڑے گا تب کہیں ہماری یہ پاکستانی قوم اپنی منزل مقصود تک بآسانی پہنچ سکتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ امام راغبؒ اصفہانی ' مفردات القرآن ص:۲۷۵ بذیل مادہ صحف' المکتبہ المرتقویة

۲۔ ابن منظور' لسان العرب المجلد التاسع ص:۱۸۶' نشر ادب الحورة قم ایران

۳۔ ابن کثیر' النهایة فی غریب الحدیث والاثر' الجزالثالث ص:۱۳ مؤسسیة اسماعلیان للطباعة والنشر والتوزیع قم' ایران۔

۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد۱۲ ص:۷٦' دانش گاہ پنجاب لاہور۔

۵۔ مولانا عبدالحفیظ بلیاوی' مصباح اللغات ص:٤٦١' مجلس نشریات اسلام کراچی۔

٦۔ The New Encyclopeadia Britannica,vol-6,Page-627

۷۔ خالد محمود عالی' پاکستان کے صحافتی قوانین ص:۱۷۔۱۸' عالی پبلیکیشنز ' بہاول کالونی ' بہاولپور۔

۸۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان ' اسلام کا قانون صحافت ص:۱۲۹' معراج دین پرنٹرز لاہور۔

۹۔ سورة النحل:۱۲۵

۱۰۔ سورة المائدہ:٦۷

۱۱۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید' کاروان صحافت' ص:۱۸۹' انجمن ترقی اردو' کراچی۔

۱۲۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان ' اسلام کا قانون صحافت ص:۱۹۵۔۱۹٦' معراج دین پرنٹرز لاہور۔

۱۳۔ سورة المائدہ:۱۱۹

۱٤۔ سورة الاحزاب:۲٤

۱۵۔ مشکواة المصابیح (مترجم) جلد دوم' باب حفظ اللسان والغیبة ولشتم' ص:٤۱۹ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۱٦۔ سورة البقرة:۲۸۳

۱۷۔ سورة المؤمنون:۸

۱۸۔ سنن ابی داؤد(مترجم) جلد سوم' باب فی الرجل یاخذ حقه من تحت یده ص:۷٤' مطبع سعیدی کراچی۔

۱۹۔ مشکواة المصابیح (مترجم) جلد اول 'کتاب الایمان ص:۲۳

۲۰۔ سورة الحجر:۹٤

۲۱۔ سورة الاحزاب:۷۰

۲۲۔ مشکواۃ المصابیح (مترجم) جلد دوم'کتاب الامارۃ والقضاء ص:۱۹۲

۲۳۔ سورۃ آل عمران:۱۸۸

۲۴۔ سنن ابی داؤد(مترجم) جلدسوم' باب فی کراھیۃ التمادح ص:۵۸۲'
خلد احسان پ پبلیشرز لاہور۔

۲۵۔ علامہ سید سلیمان ندوی' سیرت النبیﷺ جلد ششم 'ص:٦٦٠۔٦٥٩'
نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد۔

۲۶۔ مشکواۃ المصابیح (مترجم) جلد دوم'کتاب الامارۃ والقضاء ص:۱۸۸

۲۷۔ سورۃ الحجرات:۱۲

۲۸۔ سید قطب شہید' فی ظلال القرآن'(مترجم) جلد پنجم' ص:۱۲٤۷۔۱۲٤٦' ادارہ
منشورات اسلامی منصورہ' لاہور

۲۹۔ سورۃ الحجرات:۱۱

۳۰۔ سید قطب شہید' فی ظلال القرآن'(مترجم) جلد پنجم' ص:۱۲٤٥۔۱۲٤٤' ادارہ
منشورات اسلامی منصورہ' لاہور

۳۱۔ مشکواۃ المصابیح (مترجم) جلد دوم'کتاب باب المزاح 'ص:٤۳۳

۳۲۔ سورۃ الحجرات:٦

۳۳۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری' ضیاء القرآن پبلیکیشنز' لاہور'جلد چہارم 'ص:٥٨٥'

۳٤۔ سید قطب شہید' فی ظلال القرآن جلد پنجم'ص:۱۲۳۷

۳٥۔ صحیح مسلم شریف مع شرح نووی (اردو) جلد ششم' باب تحریم الطلم'ص:۲۱۸'
خواجہ محمد اسلام ادارہ اشاعت دینیات ' لاہور۔

۳٦۔ سید سلیمان ندوی' سیرت النبیﷺ' جلد ششم'ص:٦٨۱

۳۷۔ سورۃ النساء:۱۱۲

۳۸۔ سورۃ النور:۲۳

۳۹۔ مشکواۃ المصابیح (مترجم) جلد دوم' باب التفقات وحق المملوک 'ص:۱۱۸'
مکتبہ رحمانیہ' لاہور۔

٤۰۔ سنن ابی داؤد(مترجم) جلدسوم' باب فی الغیبۃ ص:٦۰٥'
خالد احسان پبلیشرز لاہور۔

٤۱۔ سید سلیمان ندوی' سیرت النبیﷺ جلد ششم 'ص:۷۷۸۰۔۷۷٦'
نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد۔

٤۲۔ مشکواۃ المصابیح (مترجم) باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم"ص:٤۲۳'

مکتبہ رحمانیہ ' لاہور۔
٤٣۔ سنن ابی داؤد(مترجم) جلدسوم' باب فی الفضل اصحاب النبیﷺ 'ص:٥١٥'
خالد احسان پبلیشرز لاہور۔
٤٤۔ سورۃ آل عمران:١٩
٤٥۔ سورۃ المائدہ:٣
٤٦۔ سورۃ البقرۃ:١٤٣
٤٧۔ سورۃ المؤمنون:٥٢
٤٨۔ سورۃ الحجرات:١٠
٤٩۔ سورۃ آل عمران:١٠٣
٥٠۔ شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغہ(اردو)'ص:٢٧٠' دارالاشاعت'کراچی۔
٥١۔ صحیح مسلم شریف مع شرح نووی' جلد ششم'کتاب البروالصلۃ والادب'ص:٢٢١
٥٢۔ صحیح بخاری شریف' جلد سوم' باب تعاون المؤمنین بعضھم بعضاً'ص:٣٦٨'
مطبع سعیدی قرآن محل 'کراچی۔
٥٣۔ مشکواۃ المصابیح' جلد دوم' باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق'ص:٤٤٥'
مکتبہ رحمانیہ ' لاہور۔
٥٤۔ سورۃ البقرۃ:٢٠٨
٥٥۔ سورۃ الاعراف:٢٦
٥٦۔ سورۃ الاعراف:٣١
٥٧۔ صحیح مسلم شریف مع شرح نووی'جلد پنجم'کتاب اللباس والزینۃ 'ص:٣٣٥'
ادارہ اشاعت دینیات اردو بازار لاہور۔
٥٨۔ سورۃ النور:٣١
٥٩۔ سنن نسائی(مترجم)جلد سوم'کتاب الزینۃ 'ص:٣٩٩'
حامد اینڈکمپنی پبلیشرز لاہور۔
٦٠۔ مشکورۃ المصابیح' جلد دوم' باب الترجل'ص:٣٤٩' مکتبہ رحمانیہ' لاہور۔
٦١۔ سورۃ النور:٣١
٦٢۔ سورۃ الاحزاب:٣٢
٦٣۔ سورۃ التوبۃ:٣٣
٦٤۔ سورۃ النساء:٩٣
٦٥۔ سورۃ المائدہ:٣٣

٦٦۔ سورة المائده:٣٨

٦٧۔ سورة النور:٢

٦٨۔ سورة النور:٤

٦٩۔ سورة النساء:٢٩

٧٠۔ سورة الفرقان:٦٧

٧١۔ مشکورة المصابیح، جلد دوم، باب الحذر والثانی فی الامور،ص:٤٦٦، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

٧٢۔ مشکورة المصابیح، جلد دوم، باب فضائل الفقراء وماکان من عیش النبی ﷺ ،ص:٥٠٦، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

٧٣۔ سورة المائده:٢

٧٤۔ سنن نسائی(مترجم)جلد سوم،کتاب البیعة ص:١٥٣، حامد اینڈکمپنی پبلیشرز لاہور۔

٧٥۔ سورة آل عمران:١١٠

٧٦۔ سورة آل عمران:١٠٤

٧٧۔ امام راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن بذیل ماده عرف،ص:٣٣١، المکتبہ المرتضویة

٧٨۔ ایضاً بذیل ماده نکره،ص:٥٠٥

٧٩۔ مشکواة المصابیح، جلد دوم، باب الامر بالمعروف،ص:٤٧٩، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

٨٠۔ صحیح مسلم شریف مع شرح نووی، جلد اول،کتاب الایمان،ص:١٣٨، خواجہ محمد اسلام اداره اشاعت دینیات ، لاہور۔

٨١۔ ابوعبدالله قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، جلد چہارم ص:٤٩، دارا احیاء التراث العربی ، بیروت۔

٨٢۔ فتاوی عالمگیری(مترجم) سید امیر علیؒ مرحوم، جلد نہم ،ص:٨٦، حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور۔

٨٣۔ سورة النساء:١٤٨

٨٤۔ مشکواة المصابیح جلد دوم، باب امر بالمعروف ،ص:٤٨٠، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

٨٥۔ صحیح بخاری شریف جلد سوم(مترجم)کتاب الاکراه ،ص:٦٨٨

٨٦۔ مشکواة المصابیح جلد دوم، باب المفاخرة والعصبیة ،ص:٤٣٥، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۸۷۔ سنن ابی داؤد(مترجم) جلدسوم ' باب فی عصبیة ص:٦٩٧ خالد احسان پبلیشرز لاہور۔

۸۸۔ سورة الاعراف:۳۳

۸۹۔ سورة النور:۱۹

۹۰۔ پیر محمد کرم شاہ الازھری' ضیاء القرآن 'جلد سوم'ص:۳۰۳'ضیاء القرآن پبلیکیشنز 'لاہور۔

۹۱۔ سورة النحل:۹۰

۹۲۔ سنن ابی داؤد(مترجم) جلددوم'کتاب النکاح ص:١٦٤'':
خالد احسان پبلیشرز لاہور۔

۹۳۔ ایضاً

۹٤۔ مشکواة المصابیح جلد دوم' باب البیان والشعر 'ص:٤١٧' مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۹۵۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی' اسلام میں حلال وحرام(اردو)ص:۳۷۸'
اسلامک انٹرنیشنل پبلیشرز' لاہور۔

۹٦۔ فتاوی عالمگیری(مترجم) سید امیر علی مرحوم' جلد نہم' باب الکراھیة 'ص:۸۳'
حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور۔

۹۷۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی' اسلام کا قانون صحافت'ص:١٦٧

۹۸۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی' اسلام میں حلال وحرام(اردو)ص:۳۸۸۔۳۸۷

۹۹۔ سورة النساء:۸۵

۱۰۰۔ سورة البقرة:۱۸۸

۱۰۱۔ جامع ترمذی شریف(مترجم) جلد اول' ابواب الاحکام 'ص:٦٠٨'
مطبع سعیدی قرآن محل کراچی۔

۱۰۲۔ سورة المائدہ:۹۰

۱۰۳۔ صحیح بخاری شریف(مترجم) جلد سوم کتاب الاشربة 'ص:۲٤۰'
مطبع سعیدی قرآن محل کراچی۔

۱۰٤۔ سنن نسائی(مترجم)جلد سوم'کتاب الاشربة 'ص:٥١٢'
حامد اینڈکمپنی پبلیشرز لاہور۔

۱۰۵۔ مشکواة المصابیح جلد دوم' باب الاحتکار 'ص:۲۷۔۲٦' مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۱۰٦۔ جامع ترمذی شریف(مترجم) جلد اول' ابواب البیوع'ص:٥٨٥

۱۰۷۔ صحیح مسلم شریف مع شرح نووی' جلد اول'کتاب الایمان'ص:١٩٥'
خواجہ محمد اسلام ادارہ اشاعت دینیات ' لاہور۔

۱۰۸۔ سنن نسائی(مترجم)جلد سوم'کتاب المحاربة 'ص:۱۱۷'
حامد اینڈکمپنی پبلیشرز لاہور۔

۱۰۹۔ سورۃ المائدہ:۳۲

۱۱۰۔ سنن نسائی(مترجم)جلد سوم'کتاب المحاربة 'ص۸۵

۱۱۱۔ سورۃ النساء:۲۸

۱۱۲۔ صحیح بخاری شریف'(متجرم) جلد اول'کتاب الزکواۃ'ص:۵۵۱'
مطبع سعیدی قرآن محل کراچی۔

۱۱۳۔ سنن ابی داؤد شریف(مترجم) جلد اول ' باب ما تجوزفیه المسالة 'ص:٦١٤'
مطبع سعیدی قرآن محل 'کراچی۔